

کتاب التوحید

عقیدہ توحید اور

دین خاتقاہی (صوفی ازم)

مصنف: محمد اقبال کیلانی حفظہ اللہ

جامعہ ملک سعود، الرياض، المملكة العربية السعودية

حصہ پبلیکیشنز

۲- شیش محل روڈ لاہور

فون: 7232808

مسلم ورلڈ ویڈیو پروسسنگ پاکستان

www.ircpk.com

www.alhuda.com

تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
 ”اے دنیا کے لوگو! آؤ ایک ایسے کلمے کی طرف جو
 ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے“

m اے اسرائیل کے بیٹو! تمہارا ایمان یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے تھے
 اور یہ بھی تسلیم کرتے ہو کہ انہیں موت آئی۔ کبھی تم نے غور کیا کہ اللہ کی ذات ”حی“ اور ”قیوم“ ہے
 اور اس کے بیٹے میں بھی یہ صفات ہونی چاہئے تھیں تو پھر حضرت عزیر علیہ السلام کو موت کیوں آئی
 جسے موت آئے وہ اللہ کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟



m اے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے حواریو! تمہارا ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 اللہ کے بیٹے ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی دیئے گئے، کبھی تم نے غور
 کیا کہ اللہ تو زبردست قوت والا اور ہر ایک پر غالب ہے پھر اس کا بیٹا اتنا کمزور اور بے بس کیوں
 تھا کہ سولی چڑھا دیا گیا، جو سولی پر چڑھا دیا گیا، وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟



m اے ہندو مت کے پیروکارو! تمہارا ایمان ہے کہ دنیا میں ۳۳ کروڑ بھگوان ہیں، ہر
 آدمی اپنا اپنا بھگوان الگ رکھتا ہے گویا ہر آدمی کا اپنا بھگوان ہے جو اس کی حاجتیں اور مُرادیں
 پوری کرنے پر قادر ہے جبکہ باقی ۳۲ کروڑ ۹۹ لاکھ ۹۹ ہزار ۹۹ سو ۹۹ بھگوان اس کی ضرورتیں پوری

کرنے سے عاجز اور بے بس ہیں، تو پھر انہیں میں سے ایک بھگوان حاجتیں اور مرادیں پوری کرنے پر کیسے قادر ہو سکتا ہے؟



m اے بدھ مت کے ماننے والو ! تمہارا ایمان ہے کہ گوتم بدھ عالمگیر سچائی کی تلاش میں برس ہا برس میدانوں، جنگلوں اور صحراؤں میں پھرتا رہا، کبھی تم نے غور کیا کہ جو شخص خود ایک عالمگیر سچائی کی تلاش میں طویل مدت تک سرگرداں رہا۔ وہ خود عالمگیر سچائی کیسے بن سکتا ہے؟



m اے ائمہ معصومین کے ماننے والو ! تمہارا ایمان ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ امام کے حکم و اقتدار کے آگے سرنگوں ہے اور یہ دعویٰ بھی رکھتے ہو کہ اہل بیت پر جو مصیبت اور آفت آئی وہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کی وجہ سے آئی کبھی تم نے اس پر غور کیا کہ جس کے حکم کے آگے کائنات کا ذرہ ذرہ سرنگوں ہوا اس پر آفت اور مصیبت کیسے آ سکتی ہے؟ اور جس پر آفت اور مصیبت آجائے وہ کائنات کے ذرہ ذرہ کا حاکم اور مقتدر اعلیٰ کیسے بن سکتا ہے؟



m اے بزرگان دین اور اولیائے کرام کے ماننے والو ! تمہارا ایمان ہے کہ علی ہجویریؒ خزانے عطا کرتے ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ طوفان سے نجات بخشتے ہیں۔ عبدالقادر جیلانیؒ مصائب اور مشکلات دور کرتے ہیں، امام بری کھوٹی قسمیں کھری کرتے ہیں اور سلطان باہوؤں اور لاد سے نوازتے ہیں۔ کبھی تم نے غور کیا جب علی ہجویریؒ نہیں تھے تو خزانے کون عطا کرتا تھا جب معین الدین چشتیؒ نہیں تھے تو طوفان سے نجات کون بخشتا تھا، جب عبدالقادر جیلانیؒ نہیں تھے تو مصائب

اور مشکلات کون دور کرتا تھا جب امام بری نہیں تھے تو کھوئی قسمتیں کون کھری کرتا تھا؟ جب سلطان باہو نہیں تھے تو اولاد کون دیتا تھا؟



m اے دنیا کے لوگو! میری بات ذرا غور سے سنو!

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات میں تضاد کبھی نہیں ہو سکتا، لیکن تمہارے عقائد و افکار میں موجود تضاد اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عقائد و افکار اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ نہیں ہیں تو پھر-----! اے دنیا کے لوگو! آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف

-----m جس کی تعلیمات میں کوئی تضاد نہیں۔

-----m جو بنی نوع انسان کی رُوح کو آسودگی اور جسم کی آزادی بخشتا ہے۔

-----m جو بنی نوع انسان کو احترام، عزت اور عظمت عطا کرتا ہے۔

-----m جو بنی نوع انسان کو امن و سلامتی، عدل و انصاف، مساوات و حریت، اخوت و محبت جیسی اعلیٰ اقدار کی ضمانت دیتا ہے۔

-----m جو بنی نوع انسان کو جہنم کی آگ سے نجات دلاتا ہے۔

وہ ایک کلمہ ہے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں !

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ

أَمْ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

کیا بہت سے متفرق رب بہتر

ہیں

یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے

(سورۃ یوسف، آیت ۳۹)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الْأَمِينِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

- اَمَّا بَعْدُ :

قیامت کے روز انسان کی نجات کا انحصار دو باتوں پر ہوگا (۱) ایمان اور (۲) عمل صالح - ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان، رسالت اور آخرت پر ایمان، فرشتوں اور کتابوں پر ایمان، اچھی یا بری تقدیر پر ایمان - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے ”ایمان کی ۷۰ سے زیادہ شاخیں ہیں ان میں سب سے افضل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا (بحوالہ صحیح بخاری) یعنی ایمان کی بنیاد کلمہ توحید ہے۔

اعمال صالحہ سے مراد وہ اعمال ہیں جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوں، بلاشبہ نجات اخروی کے لئے اعمال صالحہ بہت اہمیت رکھتے ہیں لیکن عقیدہ توحید اور اعمال صالحہ دونوں میں سے عقیدہ توحید کی اہمیت کہیں زیادہ ہے۔

قیامت کے روز عقیدہ توحید کی موجودگی میں اعمال کی کوتاہیوں اور لغزشوں کی معافی تو ہو سکتی ہے لیکن عقیدے میں بگاڑ (کافرانہ، مشرکانہ یا توحید میں شرک کی آمیزش) کی صورت میں زمین و آسمان کی وسعتوں کے برابر بھی صالح اعمال بھی بے کار و بے عبث ثابت ہوں گے سورۃ آل عمران میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ کافر لوگ اگر روئے زمین کے برابر بھی سونا صدقہ کریں تو ایمان لائے بغیر ان کا یہ صالح عمل اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَآمَنُوا وَهُمْ نُفَارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلَّةُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوْ اقْتَدَىٰ بِهِ أَلَيْسَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ﴾

ترجمہ: ”جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر ہی کی حالت میں مرے ان میں کوئی اگر (اپنے آپ کو سزا سے بچانے کے لیے) روئے زمین بھر کر بھی سونا فدیہ دے تو اسے قبول نہ کیا جائے گا ایسے لوگوں کے لئے

دردناک عذاب ہے اور ایسے لوگوں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا“ (آل عمران: آیت ۹۱)

گویا نہ صرف یہ کہ اُن کے نیک اعمال ضائع ہوں گے بلکہ عقیدہ کفر کی وجہ سے انہیں دردناک عذاب بھی دیا جائے گا اور کوئی ان کی مدد یا سفارش بھی نہیں کر سکے گا سورہ انعام میں انبیاء کرام کی مقدس جماعت حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت یسع علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر خیر کرنے کے بعد اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے ”وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ ترجمہ: ”اگر کہیں ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کے بھی سب (نیک) اعمال ضائع ہو جاتے“ (سورہ انعام، آیت نمبر ۸۸)

شرک کی مذمت میں قرآن مجید کی بعض دیگر آیات ملاحظہ ہوں۔

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَنْ أَشْرَكَتَ لِيَحْبِطَنَّ عَمَلُكَ وَ

لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

ترجمہ: ”اے نبی تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا کیا کر یا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے“ (سورہ زمر آیت نمبر ۶۵)

﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُوا مِنَ الْمُعَذِّبِينَ﴾

ترجمہ: ”پس اے نبی! اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو ورنہ تم بھی سزا پانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے“ (سورہ شعراء آیت نمبر ۲۱۳)

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے بڑے فیصلہ کن انداز اور دو ٹوک انداز میں یہ بات ارشاد فرمادی ہے کہ شرک کا ارتکاب اگر تم نے بھی کیا تو نہ صرف یہ کہ تمہارے سارے نیک اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے بلکہ دوسرے مشرکین کے ساتھ جہنم کا

عذاب بھی دیا جائے گا۔

سورہ مائدہ میں ارشاد مبارک ہے

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وَاهُ النَّارُ﴾ (سورہ مائدہ: ۷۲)

ترجمہ: ”جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے“

سورہ نساء کی ایک آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے ہاں شرک کی بخشش ہی نہیں اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جسے وہ

معاف کرنا چاہے“ (سورہ نساء آیت: ۱۱۶)

ان دونوں آیتوں سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شرک ناقابل معافی گناہ ہے

’شرک کے علاوہ کوئی دوسرا گناہ ایسا نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ناقابل معافی قرار دیا ہو یا جس کے ارتکاب پر جنت حرام کر دی ہو۔

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے حالت شرک میں مرنے والوں کے لئے بخشش کی دعاء تک کرنے سے منع

فرمادیا ہے ارشاد مبارک ہے۔

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ

بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾

ترجمہ: ”نبی اور اہل ایمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں چاہے وہ

ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ ان پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ وہ جہنمی ہیں“ (سورہ توبہ: ۱۱۳)

اب شرک کی مذمت میں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

۱۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو دس نصیحتیں فرمائیں جن میں سے سرفہرست یہ نصیحت تھی لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ أَوْ حُرِّقْتَ لِعَنِ اللَّهِ تَعَالَىٰ كَيْ لَا يَكُونَ لَكَ شَرِيكٌ نَهَكَرْنَا خَوَاهِ قَتْلَ كَرْدِيَّ جَاؤْ

جاؤ دے جاؤ (مسند احمد)

۲۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو (۳) ناحق قتل کرنا (۴) یتیم کا مال کھانا (۵) سود کھانا (۶) میدان جنگ سے بھاگنا (۷) بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا (صحیح مسلم)

۳۔ ارشاد نبوی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کے گناہ معاف کرتا رہتا ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حجاب واقع نہ ہو۔“ صحابہ کرام نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ حجاب سے کیا مراد ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”حجاب کا مطلب یہ ہے کہ انسان مرتے دم تک شرک میں مبتلا رہے“ (مسند احمد) مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ شرک ہی وہ گناہ ہے جس کے نتیجے میں انسان کی ہلاکت اور بربادی یقینی ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ قیامت کے روز حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آذر کی بخشش کے لئے سفارش کریں گے، تو جواب میں اللہ پاک ارشاد فرمائے گا۔ اِنِّیْ حَرَمْتُ الْکَافِرِیْنَ میں نے جنت کافروں کے لئے حرام کر دی ہے (صحیح بخاری شریف) یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سفارش رد کر دی جائے گی۔

۲۔ رسول اکرم ﷺ کے چچا جناب ابوطالب کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ انہوں نے آپ کی بعثت مبارک کے بعد ہر مشکل وقت میں بڑی جرات اور استقامت کے ساتھ آپ کا ساتھ دیا قریش مکہ کے ظلم و ستم اور بے پناہ دباؤ کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے، شعب ابی طالب کے ایام اسیری میں آپ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا ابو جہل وغیرہ نے رسول اکرم ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تو بنو ہاشم اور بنو مطلب کے نوجوانوں کو اکٹھا کر کے حرم شریف لے گئے اور ابو جہل کو علی الاعلان مرنے مارنے کی دھمکی دی جناب ابوطالب زندگی بھر رسول اکرم ﷺ کا اسی طرح ساتھ دیتے رہے جس سال جناب ابوطالب کا انتقال ہوا اور رسول اکرم ﷺ نے اسے غم کا سال (عام الحزن) قرار دیا رسول اکرم ﷺ کے ساتھ خونی تعلق اور دینی معاملات میں آپ ﷺ کی بھرپور حمایت کے باوجود صرف ایمان نہ لانے کی وجہ سے جناب ابوطالب جہنم میں چلے جائیں گے۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

۳۔ ایک شخص عبداللہ بن حدعان کے بارے میں رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ ”وہ صلہ رحمی

کرنے والا اور لوگوں کو کھانا کھلانے والا شخص تھا کیا اس کی یہ نیکیاں بھی قیامت کے روز اس کے کام آئیں گی؟“ آپ نے ارشاد فرمایا ”نہیں کیونکہ اس نے عمر بھر ایک مرتبہ بھی یہ نہیں کہا۔

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ﴾

ترجمہ: ”اے میرے رب! قیامت کے روز میرے گناہ معاف فرما“ (بحوالہ صحیح مسلم) یعنی اس کا نہ اللہ تعالیٰ پر یقین تھا نہ قیامت کے دن پر لہذا اس کی ساری نیکیاں اور صالح اعمال برباد ہو جائیں گے۔

مذکورہ بالا حقائق سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ عقیدہ توحید کے بغیر نیک اور صالح اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں ذرہ برابر جو ثواب کے مستحق نہیں سمجھے جائیں گے۔

شرک کے برعکس عقیدہ توحید قیامت کے دن گناہوں کا کفارہ اور اللہ کی مغفرت کا باعث بنے گا رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ”جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کیا اور اسی پر مرا“ وہ جنت میں داخل ہوگا“ صحابہ نے عرض کیا ”خواہ زنا کیا ہو خواہ چوری کی ہو؟“ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ”ہاں! خواہ زنا کیا ہو“ خواہ چوری کی ہو۔“ (صحیح مسلم) ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”اے ابن آدم! اگر تو روئے زمین کے برابر گناہ لے کر آئے اور مجھ سے اس حال میں ملے کہ کسی کو میرے ساتھ شریک نہ کیا ہو تو میں روئے زمین کے برابر تجھے مغفرت عطا کروں گا“ (ترمذی شریف) قیامت کے روز ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا جس کے ننانوے دفتر گناہوں سے پُر ہوں گے وہ آدمی اپنے گناہوں کی وجہ سے مایوس ہوگا اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ”آج کسی پر ظلم نہیں ہوگا تمہاری ایک نیکی بھی ہمارے پاس ہے لہذا میزان کی جگہ چلے جاؤ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ”اس کے گناہ ترازوں کے ایک پلڑے میں ڈال دیئے جائیں گے اور نیکی دوسرے پلڑے میں وہ ایک نیکی تمام گناہوں پر بھاری ہو جائے گی وہ ایک نیکی اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ہوگی (بحوالہ ترمذی شریف) ایک بوڑھا شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ”یا رسول اللہ! ساری زندگی گناہوں میں گزری ہے کوئی گناہ ایسا نہیں جس کا ارتکاب نہ کیا ہو روئے زمین کی ساری مخلوق میں اگر میرے گناہ تقسیم کر دیئے جائیں تو سب کو لے ڈوبیں میری توبہ کی کوئی

صورت ہے؟“ رسول اکرم ﷺ نے بوجھا کہا اسلام لائے ہو؟“ اس نے عرض کیا ”اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا

اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ آپ نے ارشاد فرمایا ”جا اللہ معاف کرنے والا اور گناہوں کو نیکیوں میں بدلنے والا ہے“ اس نے عرض کیا ”کیا میرے سارے گناہ اور جرم معاف ہو جائیں گے؟“ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ہاں تیرے سارے گناہ اور جرم معاف ہو جائیں گے“ (بحوالہ ابن کثیر)

غور فرمائیے! ایک طرف آپ ﷺ کا حقیقی چچا جس نے عمر بھر دین کے معاملہ میں آپ ﷺ کی رفاقت کا حق ادا کیا لیکن عقیدہ توحید پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے جہنم کا مستحق ٹھہرا دوسری طرف ایک اجنبی شخص جس کا رسول اکرم ﷺ سے کوئی خونی رشتہ نہیں اور وہ خود اپنے بے پناہ گناہوں کا اعتراف بھی کر رہا ہے محض عقیدہ توحید پر ایمان لے آنے کی وجہ سے جنت کا مستحق ٹھہرا۔

اس ساری گفتگو سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قیامت کے دن نجات کا تمام تر دار و مدار انسان کے عقیدہ پر ہوگا اگر عقیدہ کتاب و سنت کے مطابق خالص توحید پر مبنی ہوا تو نیک اعمال قابل اجر و ثواب ہوں گے اور گناہ قابل بخشش اور قابل معافی ہوں گے لیکن اگر عقیدہ توحید کے بجائے شرک پر مبنی ہوا تو روئے زمین کے برابر نیک اعمال بھی نامقبول اور مردود ہوں گے۔

عقیدہ توحید کی وضاحت

توحید کا مادہ ”وحد“ ہے اور اس کے مصادر میں سے ”وحد“ اور ”وحدۃ“ زیادہ مشہور ہیں جس کا مطلب ہے اکیلا اور بے مثال ہونا ”وحد“ یا ”وحد“ اس ہستی کو کہتے ہیں جو اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اکیلی اور بے مثال ہو ”وحد“ کا واو ہمزہ سے بدل کر ”احد“ بنا ہے۔ یہی لفظ سورہ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا اور بے مثال ہے کوئی دوسرا اس جیسا نہیں جو اس کی ذات اور صفات میں شریک ہو۔

توحید کی تین اقسام ہیں۔ (۱) توحید ذات (۲) توحید عبادت (۳) توحید صفات۔ ذیل میں ہم تینوں اقسام کی الگ الگ وضاحت پیش کر رہے ہیں۔

1- توحید ذات

توحید ذات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں اکیلا بے مثال اور لاشریک مانا جائے اس کی بیوی ہے نہ اولاد ماں ہے نہ باپ وہ کسی کی ذات کا جزء ہے نہ کوئی دوسرا اس کی ذات کا جزء۔

یہودی حضرت عزیرؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے تھے عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کے اس باطل عقیدہ کی تردید قرآن مجید میں یوں فرمائی۔

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾

ترجمہ: ”یہودی کہتے ہیں عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا اللہ کی مار ان پر یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں“۔ (سورہ توبہ آیت ۳۰)

مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے اس باطل عقیدہ کی بھی درج ذیل الفاظ میں مذمت فرمائی۔

﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ﴾

ترجمہ: ”لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنا کر رکھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو جنوں کو پیدا کیا ہے (اسی طرح بعض) لوگوں نے بے جانے بوجھے اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا رکھی ہیں حالانکہ اللہ پاک بالاتر ہے ان باتوں سے جو یہ کرتے ہیں“ (سورہ انعام: ۱۰۰) بعض مشرک اللہ تعالیٰ کی مخلوق مثلاً فرشتوں، جنوں یا انسانوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو مدغم سمجھتے تھے (اسے عقیدہ حلول کہا جاتا ہے) بعض مشرک کائنات کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کو مدغم کہتے تھے (اسے عقیدہ وحدت الوجود کہا جاتا ہے) اللہ تعالیٰ نے ان تمام باطل عقائد کی تردید درج ذیل آیت میں فرمادی۔

﴿وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْأً إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ﴾

ترجمہ: ”لوگوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جزء بنا ڈالا حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلا احسان فراموش ہے“ (سور زخرف: ۱۵)

ان ساری آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خاندان نہیں۔ اس کی بیوی ہے نہ اولاد ماں ہے نہ باپ نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ذات کا نجات کی کسی (جاندار یا غیر جاندار) چیز میں مدغم ہے نہ کسی چیز کا جزء ہے نہ ہی کائنات کی کوئی دوسری (جاندار یا غیر جاندار) چیز اللہ تعالیٰ کی ذات میں مدغم ہے نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی ذات کا جزء ہے نہ ہی اللہ تعالیٰ کے نور سے کوئی مخلوق پیدا ہوئی ہے نہ ہی کوئی مخلوق اس کے نور کا جزء ہے رسول اکرم ﷺ نے مشرکین مکہ کو جب ایک لاشریک ہستی کی دعوت دی تو انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ جس ہستی کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں اس کا حسب نسب کیا ہے وہ کس چیز سے بنا وہ کیا کھاتا ہے کیا پیتا ہے اس نے کس سے وراثت پائی اور اس کا وارث کون ہوگا؟“ ان سوالوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ اخلاص نازل فرمائی۔

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾

ترجمہ: ”کہو وہ اللہ ہے یکتا“ اللہ سب سے بے نیاز ہے سب اس کے محتاج ہیں نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

توحید ذات کے بارے میں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عرش معلیٰ پر جلوہ فرما ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے (۱) البتہ اس کا علم اور قدرت ہر چیز کو اپنے گہرے میں لئے ہوئے ہے۔ اس عقیدہ کے برعکس کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی ماننا یا کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصہ اور جزء کہنا یا اللہ تعالیٰ کی ذات ہو ہر جگہ اور ہر چیز میں موجود سمجھنا شرک فی الذات کہلاتا ہے۔

1- توحید عبادت

توحید عبادت یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت کو صرف اللہ کے لئے خاص کیا جائے اور کسی دوسرے کو اس میں شریک نہ کیا جائے قرآن مجید میں عبادت کا لفظ دو مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اولاً پوجا اور پرستش کے معنوں میں جیسا کہ درج ذیل آیت سے ظاہر ہے۔

﴿لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾

ترجمہ: ”سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر تم واقعی اللہ کی

عبادت کرنے والے ہو۔“ (سورہ جم سجدہ: ۳۷)

ثانیاً اطاعت اور فرمانبرداری کے معنی میں جیسا کہ درج ذیل آیت سے ظاہر ہے۔

﴿أَلَمْ أَعْهَدَ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عُذٌّ وَثُبِينٌ﴾

ترجمہ: ”اے آدم کے بچو! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی عبادت (پیروی) نہ کرنا وہ

تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ (سورہ لیس آیت: ۶۰)

پہلے مفہوم یعنی پوجا اور پرستش کے اعتبار سے توحید عبادت یہ ہوگی کہ ہر طرح کی عبادت مثلاً نماز اور

نماز کی دست بستہ قیام، رکوع، سجدہ، نذر و نیاز، صدقہ، خیرات، قربانی، طواف، اعتکاف، دعا، پکار، فریاد، استعانت، (مدد طلب کرنا) استعاذہ (پناہ طلب کرنا) رضا طلبی، توکل خوف اور محبت (۲) سب کی سب صرف اللہ ہی کے

(۲): اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ بہت سی دوسری چیزوں کی محبت دل میں ہونا قدرتی بات ہے، مثلاً والدین، بیوی بچے، عزیز و اقارب، مال و دولت، جاہ و حشمت، سب چیزوں سے انسان محبت کرتا ہے، لیکن جو چیز مطلوب ہے وہ یہ کہ ان چیزوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت پر غالب نہ ہونے پائے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے راستے میں رکاوٹ بن جائے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے خوف کے علاوہ دوسرے بہت سے خوف دل میں ہونا قدرتی بات ہے بیماری، موت، کاروبار، دشمن وغیرہ کا خوف لیکن یہ سارے خوف چونکہ ظاہری اسباب کے تحت ہیں اس لئے ان میں مبتلا ہونا شرک نہیں، البتہ ماورائے اسباب طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے بجائے کسی دیوی دیوتا، بھوت پریت، جنات یا فوت شدہ بزرگوں کو خوف انسان کو مشرک بنا دیتا ہے۔

لئے ہوں ان میں تمام مراسم عبودیت میں سے کوئی ایک بھی اللہ کے علاوہ کسی کے لئے ادا کی گئی تو وہ شرک فی العبادت ہوگا۔

دوسرے مفہوم یعنی اطاعت اور فرمانبرداری کے اعتبار سے توحید عبادت یہ ہوگی کہ زندگی کے تمام معاملات میں اطاعت اور فرمانبرداری صرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور قانون کی کی جائے اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے حکم یا قانون کی پیروی کرنا خواہ اپنا نفس ہو یا آباء و اجداد مذہبی پیشوا ہوں یا سیاسی رہنما، شیطان ہو یا طاغوت ویسا ہی شرک فی العبادت ہوگا جیسا اللہ تعالیٰ کی پرستش اور پوجا میں کسی غیر اللہ کو شرک بنانے کا شرک ہے۔ سورہ فرقان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ﴾ (سورہ فرقان آیت: ۴۳)

ترجمہ: ”کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا الہ بنالیا،“
اس آیت میں واضح طور پر نفس کی پیروی اختیار کرنے والے کو اپنا الہ بنالینا کہا گیا ہے جو کہ شرک

ہے۔ (۱)

سورہ انعام کی ایک آیت ملاحظہ ہو ارشاد خداوندی ہے۔

﴿وَأَنَّ الشَّيَاطِينَ لَبُؤُخُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾

ترجمہ: ”بے شک شیاطین اپنے ساتھیوں کے دلوں میں شکوک و شبہات القاء کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں لیکن اگر تم نے ان کی اطاعت قبول کر لی تو تم یقیناً مشرک ہو“ (سورہ انعام آیت: ۱۲۱)

اس آیت میں شیطان کی اطاعت اور پیروی کو واضح الفاظ میں شرک کہا گیا ہے سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ (سورہ مائدہ، آیت: ۴۴)

ترجمہ: ”اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ دیں وہی کافر ہیں۔“

(۱): یاد رہے بشری تقاضوں کے تحت معصیت کا ارتکاب شرک نہیں بلکہ فسق ہے جو نیک اعمال یا توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۴۵ اور ۴۷ میں بھی اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والوں کو ظالم اور فاسق بھی کہا گیا ہے گویا اللہ تعالیٰ کے حکم اور قانون کی پیروی کے مقابلے میں کسی دوسرے کے قانون کی پیروی کرنے والا شخص مشرک اور کافر بھی ہے فاسق اور ظالم بھی ہے۔

عبادت کے دونوں مفہوم سامنے رکھیں جائیں تو توحید عبادت یہ ہوگی کہ ہر قسم کے مراسم عبودیت یعنی نماز، روزہ، حج، زکاۃ، صدقات، رکوع و سجود، نذر و نیاز، طواف و اعتکاف، دعا و پکار، استعانت و استغاثہ، اطاعت و غلامی، فرمانبرداری اور پیروی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے ان ساری چیزوں میں سے کسی ایک میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنا شرک فی العبادت ہوگا۔

3- توحید صفات

توحید صفات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام صفات میں جو کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، کیٹا، بے مثال اور لاشریک مانا جائے اللہ تعالیٰ کی صفات اس قدر بے حساب ہیں کہ انسان کے لئے ان کا شمار کرنا تو کیا ان کا تصور کرنا بھی ناممکن ہے۔ سورہ کہف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدًّا ۖ إِذَا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَاتِ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدًّا﴾

ترجمہ: ”اے نبی! کہو اگر سمندر میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے روشنائی بن جائیں تو وہ ختم ہو جائیں لیکن میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے بلکہ اتنی ہی روشنی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کفایت نہ کرے۔“ (سورہ کہف آیت ۱۰۹)

سورہ لقمان میں ارشادِ مبارک ہے۔

﴿وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ شَجَرَةً أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفَذْتُ كَلِمَاتِ اللَّهِ﴾

ترجمہ: ”زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی بن جائے

جسے مزید سات سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو گے۔ (سورہ لقمان، آیت: ۲۷)

مذکورہ دونوں آیتوں میں کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، ان آیات کی رو سے ہرگز یہ تعجب نہیں ہونا چاہئے کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ کی صفات اس قدر لامحدود ہو سکتی ہیں کہ اس دنیا کے سارے درختوں کی قلمیں اور سمندروں کی روشنائی مل کر بھی ان کو احاطہ تحریر میں نہیں لاسکتیں۔

ہم یہاں مثال کے طور پر صرف ایک صفت کا تذکرہ کر رہے ہیں اس سے دوسرے صفات پر قیاس کر کے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کے ارشادات کس قدر حقیقت پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ”سَمِيعٌ“ ہے جس کا مطلب ہے ہمیشہ سننے والا غور فرمائیے اللہ تعالیٰ چند دنوں یا چند مہینوں یا چند سالوں سے نہیں بلکہ ہزار ہا سال سے بیک وقت لاکھوں نہیں اربوں انسانوں کی دعائیں، فریادیں، سرگوشیاں اور گفتگو سن رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی دعا اور پکار سننے اور ہر شخص کے بارے میں الگ الگ فیصلے کرنے میں کبھی کوئی دقت یا دشواری پیش نہیں آئی نہ ہی کبھی تکان لاحق ہوئی ہے دوران حج ذرا میدان عرفات کا تصور کیجئے جہاں پندرہ بیس لاکھ افراد بیک وقت مسلسل اپنے خالق کے حضور فریاد و فغاں اور آہ و بکا میں مصروف ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر شخص کی دعا اور فریاد سن رہا ہوتا ہے، ہر شخص کی مرادوں اور حاجتوں سے واقف ہوتا ہے ہر شخص کے دلوں کے راز سے آگاہ ہوتا ہے اور پھر اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہر شخص کے بارے میں الگ الگ فیصلے بھی صادر فرماتا ہے نہ اس سے بھول چوک ہوتی ہے نہ ظلم اور زیادتی ہوتی ہے نہ کوئی دقت اور مشکل پیش آتی ہے اور پھر یہ کہ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ میدان عرفات کے علاوہ باقی ساری دنیا کے اربوں انسانوں کی گفتگو، دعا، پکار، فریاد وغیرہ سن رہا ہوتا ہے۔

یہ سارا معاملہ تو کائنات میں بسنے والی صرف ایک مخلوق ”انسان“ کا ہے ایسا ہی معاملہ جنات کا ہے جو انسانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کے مکلف ہیں نہ معلوم کتنی تعداد میں جنات بیک وقت اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد و فغاں میں مصروف رہتے ہیں جنہیں اللہ کریم سن رہا ہے اور ان کی حاجتیں اور مرادیں پوری فرما رہا ہے، جن والنس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ایک اور مخلوق ملائکہ ہے جو مسلسل اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور

تقدیس میں مشغول ہے اسے بھی اللہ تعالیٰ سن رہا ہے۔

جن و انس و ملائکہ کے علاوہ خشکی میں بسنے والی دیگر بے شمار مخلوقات جن کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے (۱)۔ وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء و تحمید و تقدیس میں مشغول ہیں جسے وہ سن رہا ہے اسی طرح سمندروں اور دریاؤں میں بسنے والی نیز فضاؤں میں اڑنے والی بے شمار مخلوق اس کی حمد و ثناء کر رہی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات بابرکات ان سب میں سے ایک ایک کی دعا اور پکار سن رہی ہے۔

زندہ مخلوق کے علاوہ کائنات کی دیگر اشیاء مثلاً حجر، شجر، چاند، ستارے، زمین و آسمان، پہاڑ، حتیٰ کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہے (۲)۔ جسے اللہ تعالیٰ سن رہا ہے، کہا جاتا ہے کہ ہماری اس دنیا کے علاوہ کائنات میں اور بھی بہت سی دنیائیں ہیں جن میں دوسری بہت سی مخلوقات بستی ہیں، اگر یہ درست ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی بھی دعا و پکار سن رہا ہے، غور فرمائیے اس قدر لا تعداد جاندار اور غیر جاندار مخلوق کی دعائیں، فریادیں، تسبیح و تحمید اور تقدیس اللہ تعالیٰ بیک وقت سن رہا ہے اور یہ سماعت اللہ تعالیٰ کو نہ تھکاتی ہے اور نہ دیگر کاموں سے غافل کرتی ہے نہ نظام کائنات ہی میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے: **سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ**۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ”سَمِيعٌ“ ہی ایسی ہے جسے کما حقہ سمجھنا تو دور کی بات، تصور میں لانا بھی محال ہے اسی ایک صفت سے اللہ تعالیٰ کی دیگر لامحدود صفات مثلاً مالک الملک، خالق، رازق،

۱۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (۴۲: ۳۱) تیرے رب کے لشکروں (کی تعداد) کو خود اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (سورہ مدثر آیت ۳۱)

۲۔ يُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (۴۲: ۱۷) ترجمہ: ساتواں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سب اس کی تسبیح کر رہے ہیں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کر رہی ہو مگر تم لوگ ان کی تسبیح (کا طریقہ اور زبان) نہیں سمجھتے (سورہ بنی اسرائیل آیت ۴۲)

۳۔ لمحہ بھر کے لئے غور فرمائیے کہ انسانی قوت سماعت کا یہ عالم ہے کہ بیک وقت دو آدمیوں کی بات سننے پر کوئی انسان قادر نہیں جو انسان اپنی زندگی میں بقائے ہوش و ہواں بیک وقت دو آدمیوں کی بات سننے پر قادر نہیں مرنے کے بعد وہ بیک

وقت سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کی فریادیں سننے پر کسی قادر ہو سکتے

ہیں، مصور، عزیز، متکبر، خبیر، علیم، حکیم، رحیم، کریم، عظیم، قیوم، غفور، رحمن، کبیر، قوی، مجیب، رقیب، حمید، صد، قادر، اول، آخر، ثواب، رؤف، غنی، ذوالجلال والا کرام وغیرہ پر قیاس کر لیجئے اور پھر سورۃ کہف اور سورہ لقمان کی مذکورہ بالا آیات پر غور کیجئے کہ اللہ کریم نے کس قدر حق بات ارشاد فرمائی ہے اللہ تعالیٰ کی ان تمام صفات یا ان میں سے کسی ایک صفت میں کسی دوسرے کو شریک سمجھنا شرک فی الصفات کہلاتا ہے۔

عقیدہ توحید بنی نوع انسان کے لئے سب سے بڑی رحمت ہے:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال ایک ایسے پاکیزہ درخت سے دی ہے جس کی جڑیں زمین میں گہری ہوں شاخیں آسمان کی بلندیوں تک پہنچی ہوں اور جو مسلسل بہترین پھل پھول دیئے چلا جا رہا ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿الَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ، تُؤْتِي أُكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا﴾

ترجمہ: ”کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال کس چیز سے دی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ایسی ذات کا درخت جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے اپنے پھل دے رہا ہے“، (سورہ ابراہیم آیت: ۲۴-۲۵)

کلمہ طیبہ کی اس مثال سے مندرجہ ذیل تین باتیں واضح ہوتی ہیں۔

(۱) اس درخت کی بنیاد بڑی مضبوط ہے زمانے کے شدید طوفان آنندھیاں اور زلزلے بھی اس درخت کو اکھاڑ نہیں سکتے۔

(۲) کلمہ طیبہ کا درخت نشوونما کے اعتبار سے اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا کلمہ طیبہ ایک ایسی عالمگیر سچائی ہے جسے کائنات کے ذرے ذرے کی تائید حاصل ہوتی ہے اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی لہذا وہ اپنی طبعی نشوونما میں آسمان تک پہنچ جاتا ہے یہی بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح واضح فرمائی کہ ”جب انسان سچے دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرتا ہے تو اس کے لئے آسمان کے

دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ عرش الہی کی طرف بڑھتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔ (ترمذی)

(۳) کلمہ طیبہ کا درخت اپنے ثمرات اور نتائج کے اعتبار سے اس قدر بابرکت اور کثیر الفوائد ہے کہ اس پر کبھی خزاں نہیں آتی اس کے فیض کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا بلکہ جس زمین (دل) میں وہ جڑ پکڑتا ہے اسے ہر زمانے میں بہترین ثمرات سے فیض یاب کرتا رہتا ہے، بلاشبہ کلمہ توحید اپنے اندر انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے بے پناہ ثمرات اور فوائد رکھتا ہے اور یوں یہ عقیدہ بنی نوع انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی رحمت ہے۔ ذیل میں ہم عقیدہ توحید کی بعض برکات کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔

استقامت اور ثابت قدمی

طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں اہل ایمان کی استقامت، عزیمت اور ثابت قدمی کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے جب دوپہر کی گرمی شباب پر ہوتی تو مکہ کے پتھر لیے کنکروں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ کر کہتا خدا کی قسم تو اسی طرح پڑا رہے یہاں تک کہ مرجائے یا محمد ﷺ کے ساتھ کفر کرے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی یہی فرماتے اھد احد (اللہ تعالیٰ ایک ہے، اللہ تعالیٰ ایک ہے)

(ب) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت اُم انمار کے غلام تھے انہیں کئی بار دھکتے انگاروں پر لٹا کر اوپر سے پتھر رکھ دیا گیا کہ اٹھ نہ سکیں لیکن تسلیم و رضا کا یہ پیکر اس جنونی ظلم و ستم کے باوجود اپنے دین و ایمان پر قائم رہا۔

(ج) ایک ضعیف العمر خاتون، حضرت سمیہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کو لوہے کی زرہ پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں زمین پر لٹا دیا جاتا اور کہا جاتا کہ محمد ﷺ کا انکار کرو، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے اسی ظلم و ستم کے نتیجے میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی لیکن راہ حق سے لمحہ بھر کے لئے ہٹنا گوارا نہ کیا۔

(د) حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ دوران سفر جھوٹے مدعی نبوت مسیلہ کذاب کے ہاتھ لگ گئے مسیلہ کذاب صحابی رسول ﷺ حضرت حبیب کا ایک ایک بند کاٹتا جاتا اور کہتا کہ مجھے رسول مانو حضرت حبیب انکار کرتے جاتے اسی طرح سارے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے لیکن وہ پیکر صبر و ثبات اپنے ایمان پر پہاڑ کی سی مضبوطی کے ساتھ ہمارا ہا۔

تاریخ اسلام کے یہ چند واقعات محض مثال کے طور پر پیش کئے گئے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اسلام کا کوئی دور ایسے واقعات سے خالی نہیں رہا تاریخ کے طالب علم کے لئے یہ سوال بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اہل ایمان نے ان ناقابل بیان اور ناقابل تصور ظلم کے مقابلے میں جس حیران کن استقامت اور ثبات کا مظاہرہ کیا اس کا اصل سبب کیا تھا؟ اس سوال کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے سورۃ ابراہیم میں کلمہ طیبہ کی تمثیل کے فوراً بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ﴾

ترجمہ: ”ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ ایک قول ثابت (کلمہ طیبہ) کی بنیاد پر دنیا اور آخرت دونوں جگہ ثبات عطا کرتا ہے“ (سورۃ ابراہیم: ۲۷)

گویا یہ عقیدہ توحید ہی کا فیضان ہے کہ باطل عقائد و افکار کا طوفان ہو یا رنج و الم کی یورش، جاہل و قاہر حکمرانوں کی چیرہ دستیائیں ہوں یا طاغوتی قوتوں کا ظلم و ستم، کوئی چیز بھی اہل توحید کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں کر سکتی۔

مذکورہ آیت کریمہ میں دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اہل توحید کو ثبات کی خوشخبری دی گئی ہے آخرت سے یہاں مراد قبر ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ”جب مومن کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس (سوال جواب کے لیے) فرشتہ بھیجا جاتا ہے تب مومن لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کی گواہی دیتا ہے، یہی مطلب ہے اللہ کے فرمان کا یُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا..... (بخاری)

(۲) عزت نفس اور خودی کا تحفظ

شرک انسانوں کو بے شمار خیالی اور وہمی قوتوں کے خوف میں مبتلا کر دیتا ہے، دیوی دیوتاؤں کا خوف، مظاہر قدرت کا خوف، بھوت پریت اور جنات کا خوف، زندہ اور مردہ انسانوں کے آستانوں کا خوف، جابر اور قاہر حکمرانوں کا خوف، اسی خوف کے نتیجے میں انسان ایسی اخلاقی اور مذہبی پستیوں میں گرتا چلا جاتا ہے کہ آدمیت اور انسانیت منہ چھپانے لگتی ہے، جبکہ عقیدہ توحید انسان کو ایسی تمام واہمی اور خیالی قوتوں کے خوف سے بے نیاز کر کے روح اور جسم کو آزادی عطا کرتا ہے انسان کو عزت نفس اور احترام آدمیت کا احساس دلاتا ہے، ہر آن اسے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (یعنی ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا فرمائی ہے) اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (یعنی ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے) کا فرمان الہی یاد دلاتا رہتا ہے یہی عقیدہ توحید انسان کو خودی کے بلند مقام پر لا کھڑا کرتا ہے، حکیم الامت علامہ اقبال نے اس نکتے کی ترجمانی درج ذیل شعر میں بڑے خوبصورت انداز میں کی ہے۔

خودی کا سر نہاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خودی کا تیغ فشاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

مساوات اور عدل اجتماعی

عقیدہ توحید ہی یہ تصور بھی پیش کرتا ہے کہ ساری مخلوق کا خالق، رازق اور مالک صرف اللہ وحدہ لا شریک ہی ہے اسی نے آدم کو مٹی سے بنایا اور باقی تمام انسان آدم علیہ السلام سے پیدا کئے، خواہ کوئی مشرق میں ہے یا مغرب میں، امریکہ میں ہے یا افریقہ میں، کالا ہے یا گورا، سفید ہے یا سرخ، عربی ہے یا عجمی سب ایک ہی آدم کی اولاد ہیں سب کے حقوق یکساں ہیں سب کی عزت اور احترام یکساں ہیں۔ کوئی کسی کو اپنا محکوم نہ سمجھے کوئی کسی کو اپنا غلام نہ بنائے کوئی کسی پر ظلم اور زیادتی نہ کرے کوئی کسی کو حقیر اور کمتر نہ جانے کوئی کسی کا حق غصب نہ کرے ساری خلقت ایک ہی درجہ کے انسان ہیں، لہذا سارے انسان صرف ایک ہی معبود کے آگے جھکیں، صرف ایک ہی ذات کے حکم اور قانون کے آگے سر تسلیم خم کریں، صرف ایک ہی ہستی کے غلام اور بندے بن کر رہیں۔ عقیدہ توحید کی اس تعلیم نے اسلامی معاشرے میں ذات پات، غلامی اور محکومی، ظلم اور استحصال

‘حَقَارَت اور نفرت جیسی منفی اقدار کی بیخ کنی کر کے محبت و اخوت، خلوص و ہمدردی، امن و سلامتی اور مساوات و عدل اجتماعی جیسی اعلیٰ اقدار کو مسلم معاشرہ میں جاری و ساری کر دیا۔

روحانی سکون

شرک کائنات کا سب سے بڑا جھوٹ، انسان کی ذات اور گرد و پیش میں موجود ہزاروں نہیں کروڑوں ایسی واضح نشانیاں اور دلائل موجود ہیں جو شرک کی تردید کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مشرک کی نظریاتی اور عملی زندگی میں مشرق و مغرب کا تضاد پایا جاتا ہے اس کی روح ہمیشہ اضطراب اور دل و دماغ انتشار کا شکار رہتے ہیں، وہ مسلسل شکوک و شبہات، بے یقینی اور ٹوٹ پھوٹ کی کیفیت سے دوچار رہتا ہے جبکہ عقیدہ توحید اس کائنات کی سب سے بڑی عالمگیر سچائی ہے۔ انسان کی اپنی ذات کے اندر سینکڑوں نہیں کروڑوں نشانیاں توحید کی گواہی دینے کے لئے موجود ہیں کائنات کا ذرہ ذرہ عقیدہ توحید کی تصدیق اور تائید کرتا ہے۔

عقیدہ توحید انسان کی فطرت اور جبلت کے عین مطابق ہے یا یوں کہئے کہ پیدائشی طور پر انسان کو موحد تخلیق کیا گیا ہے خود قرآن مجید میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے۔

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾

ترجمہ: ”پس یکسو ہو کر اپنا رخ دین اسلام کی سمت میں بجا دو اور قائم ہو جاؤ اس فطرت توحید پر جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا“۔ (سورہ الروم آیت: ۳۰)

چنانچہ عقیدہ توحید پر ایمان رکھنے والا شخص اپنی نظریاتی اور عملی زندگی میں کبھی تضاد اور شکوک و شبہات کا شکار نہیں ہوتا اس کے دل و دماغ کبھی بے یقینی اور اضطراب کی کیفیت سے دوچار نہیں ہوتے اس کی زندگی کے حالات اور معاملات خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں وہ اپنے اندر سکون، قرائقین اور تسلیم و رضا کی کیفیت ہر آن محسوس کرتا رہتا ہے۔

امرواقعہ یہ ہے کہ عقیدہ توحید کی برکات اور ثمرات اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا ممکن نہیں مختصر اے کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں خیر بھلائی اور نیکی کے تمام سوتے اسی چشمہ توحید سے پھوٹتے ہیں اس طرح عقیدہ توحید

بنی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان اور نعمت غیر مترقبہ ہے جس سے فیض یاب ہونے والے لوگ ہی دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہیں اور محروم رہنے والے ناکام اور نامراد۔

عقیدہ شرک بنی نوع انسان کے لئے سب سے بڑی لعنت

عقیدہ توحید اللہ تعالیٰ کی طرف دیا گیا عقیدہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسل کے ذریعے لوگوں تک پہنچایا ہے اس عقیدہ کی تعلیمات روزِ اوّل سے ایک ہی ہیں ان میں کبھی کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں کی گئی جبکہ عقیدہ شرک شیطان کا وضع کیا ہوا عقیدہ ہے جسے وہ مختلف زمانوں، مختلف علاقوں اور مختلف اقوام کے لئے الگ الگ فلسفوں کے ساتھ وضع کر کے اپنے چیلے چانٹوں کے ذریعے لوگوں تک پہنچاتا رہتا ہے، کہیں یہ بت پرستی کی شکل میں متعارف ہوتا ہے تو کہیں قبر پرستی کی شکل میں، کہیں نفس پرستی کی شکل میں متعارف ہوتا ہے تو کہیں طاغوت پرستی کی شکل میں، کہیں پیر پرستی کی شکل میں متعارف ہوتا ہے تو کہیں ائمہ پرستی کی شکل میں، کہیں قوم پرستی کی شکل میں موجود ہے تو کہیں وطن اور رنگ و نسل پرستی کی شکل میں، یہ ساری چیزیں دراصل ایک ہی شجرہ خبیثہ کی مختلف شاخیں اور برگ و بار ہیں جن کی بنیاد شیطانی افکار و عقائد پر ہے، شیطان اپنے ان ہی افکار و عقائد کو پھیلانے کے لئے کبھی ہندو ازم کا، کبھی یہودیت کا لبادہ اوڑھتا ہے کبھی عیسائیت کا، کہیں سرمایہ داری کے پردہ میں گمراہی اور ضلالت پھیلاتا ہے، کہیں کمیونزم کے پردہ میں، کہیں سوشلزم کا پرچارک بن کر یہ خدمت سرانجام دیتا ہے، کہیں اسلامی سوشلزم کا مبلغ بن کر، کہیں جمہوریت کا علم بردار بن کر اور کہیں اسلامی جمہوریت (۱) کا خادم بن کر، کہیں تصوف (۲) کے کے نام پر اور کہیں تشیع کے نام پر دراصل یہ سب مکر و فریب

ا۔ اگر ایک کافرانہ نظام سوشلزم کے اسلام کا لفظ لگانے سے وہ نظام کفر ہی رہتا ہے تو پھر ایک دوسرے کافرانہ نظام، جمہوریت کے ساتھ اسلامی کا لفظ لگانے سے وہ کیسے مشرف بہ اسلام ہو جائے گا یہ فلسفہ ہماری عقل سے بالاتر ہے ہمارے نزدیک اسلامی جمہوریت کے غیر اسلامی ہونے کے دلائل صد فیصد وہی ہیں جو اسلامی سوشلزم کے غیر اسلامی ہونے کے ہیں کل کلاں اگر کوئی شاطر اسلامی سرمایہ داری یا اسلامی یہودیت یا اسلامی عیسائیت وغیرہ کا فلسفہ ایجاد کر ڈالے تو کیا اسے بھی قبول کر لیا جائے گا؟ آخر اسلامی تاریخ میں پہلے سے استعمال کی گئی کتاب و سنت سے ثابت شدہ اصطلاحات نظام خلافت یا نظام شوریائیت سے پہلو تہی کرنے کی وجہ کیا ہے؟ کیا

ہمارے مسلم دانشور و مفکرین اس نکتہ پر تجدیدگی سے غور کرنا پسند فرمائیں گے؟

کے وہ جال ہیں جو شیطان نے مخلوق خدا کو صراطِ مستقیم سے گمراہ کرنے کے لئے پھیلا رکھے ہیں۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عقیدہ شرک کی مثال ایک ایسے خبیث درخت کے ساتھ دی ہے جس کی جڑیں نہ جسے استحکام حاصل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ۖ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾
ترجمہ: ”کلمہ خبیثہ“ (شرک) کی مثال ایک ایسے بد ذات درخت کی سی ہے جو زمین کی بالائی سطح سے
ہی اکھاڑ پھینکا جاتا ہے اور اس کے لئے کوئی استحکام نہیں ہے۔ (سورہ ابراہیم آیت: ۲۶)
مذکورہ آیت کریمہ سے درج ذیل تین باتیں واضح ہوتی ہیں:

(الف) چونکہ کائنات کی کوئی چیز عقیدہ شرک کی تائید نہیں کرتی اس لئے اس شجر خبیثہ کی کہیں بھی
جڑیں نہیں بننے پاتیں اور نہ اسے کہیں نشوونما کے لئے سازگار ماحول میسر آتا ہے۔

(ب) اگر کبھی طاعنوتی قوتوں کی سرپرستی میں یہ درخت اگ بھی آئے تو اس کی جڑیں زمین کی
صرف بالائی سطح تک رہتی ہیں جسے شجرہ طیبہ کا معمولی سا جھونکا بھی آسانی کے ساتھ بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتا
ہے اس لئے اسے کہیں قرار اور استحکام نصیب نہیں ہو پاتا۔

(ج) شرک چونکہ خود ایک خبیث اور بد ذات درخت کی مانند ہے لہذا اس کے برگ و بار اور پھل
پھول بھی اسی طرح خبیث اور بد ذات ہیں جو ہر آن معاشرے میں اپنا زہر اور بدبو پھیلاتے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا نکارت کے پیش نظر یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ دنیا میں شر اور فساد فی الارض کی تمام مختلف
صورتیں مثلاً قتل و غارت گری، خونریزی، دہشت گردی، نسل کشی، تقاض، لوٹ کھسوٹ، حق تلفی، دھوکہ دہی، ظلم و ستم
، معاشی استحصال، دامنہ وغیرہ سب کا بنیادی سبب یہی شجرہ خبیثہ یعنی عقیدہ شرک ہے۔

..... اگر ایک نظر وطن عزیز پر ڈالی جائے تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ ہمارے سیاسی مذہبی اخلاقی
، معاشرتی، سرکاری اور غیر سرکاری تمام معاملات میں بگاڑ کی اصل وجہ یہی شجرہ خبیثہ، عقیدہ شرک، ہے اس لئے
ہمارے نزدیک ملک کے اندر اس وقت تک کوئی بھی اصلاحی یا انقلابی جدوجہد بار آور نہیں ہو سکتی جب تک

عوام الناس کی اکثریت کے شرکیہ عقائد کی اصلاح نہ ہو جائے۔

کسی مرض کا علاج کرنے کے قبل چونکہ اس کے اسباب و علل کا کھوج لگانا بہت ضروری ہے تاکہ اصلاح احوال کے لئے صحیح سمت کا ٹھیک ٹھیک تعین کیا جاسکے، لہذا ہم نے آئندہ صفحات (ضمیمہ) میں اپنی ناقص رائے کے مطابق ان اہم اسباب و عوامل کا تذکرہ بھی کر دیا ہے جو ہمارے معاشرے میں عقیدہ شرک کے پھیلاؤ کا باعث بن رہے ہیں۔

اسلامی انقلاب اور عقیدہ توحید

انقلاب کا لفظ اپنے اندر زبردست جاذبیت اور کشش رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں اسلامی انقلاب کا نعرہ لگتا ہے اسلام کے شیدائیوں کی بے تاب نظریں فوراً اس طرف اٹھ جاتی ہیں۔ آج کل وطن عزیز پاکستان میں اسلامی انقلاب، محمدی انقلاب، نظام مصطفیٰ، نفاذ شریعت اور نظام خلافت جیسے دعووں اور نعروں کے ساتھ مختلف افکار و عقائد رکھنے والی بے شمار جماعتیں، فرقے اور گروہ کام کر رہے ہیں لہذا کتاب و سنت کی روشنی میں یہ دیکھنا از بس ضروری ہے کہ اسلامی انقلاب ہے کیا اور اس کی ترجیحات کیا ہیں؟

رسول اکرم ﷺ اپنی بعثت مبارک کے بعد تیرہ سال تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے اس سارے عرصہ میں آپ کی تمام تر دعوت صرف ایک ہی کلمہ پر مشتمل تھی قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ ترجمہ ”لوگو لا الہ الا اللہ کہو کا میاب ہو جاؤ گے اس کے علاوہ نہ تو نماز روزے کے مسائل تھے نہ زکوٰۃ اور حج کے احکام نہ ہی دیگر معاملات زندگی کی تفصیلات نازل ہوئی تھیں بس یہی ایک عقیدہ توحید کی دعوت تھی جسے آپ گھر گھر گلی گلی اور محلے محلے پہنچا رہے تھے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ حطیم (بیت اللہ شریف کا وہ حصہ جس پر چھت نہیں) میں نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی معیط نے آکر آپ ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال لیا اور نہایت سختی کے ساتھ گلا گھونٹنا شروع کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے آئے اور عقبہ کو دھکا دے کر ہٹایا اور فرمایا اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا اَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ ترجمہ ”کیا تم لوگ محمد (ﷺ) کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتے ہیں میرا رب اللہ ہے“ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ آپ ﷺ کی دعوت کے

نتیجے میں پیدا ہونے والے تضادم کا اصل سبب عقیدہ توحید ہی تھا۔

ایک موقع پر قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ افہام و تفہیم کی غرض سے یہ پیش کش کی کہ ایک سال ہم آپ کے معبود کی پوجا کر لیا کریں ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پوجا کر لیا کریں اس پیش کش کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے پوری سورہ کافرون نازل فرمائی۔

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينٌ﴾

ترجمہ: ”اے نبی ﷺ کہو اے کافرو! میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔“ (سورہ کافرون آیت: ۱-۶)

کفار مکہ کی پیش کش اور اس کا جواب دونوں اس بات کی کھلی دلیل ہیں کہ فریقین میں نکتہ اختلاف صرف عقیدہ توحید تھا جس پر افہام و تفہیم سے دو ٹوک انکار کر دیا گیا۔

ایک دوسرے موقع پر قریش مکہ کا ایک وفد جناب ابوطالب کے پاس آیا اور کہا کہ آپ اپنے بھتیجے (یعنی حضرت محمد ﷺ) سے کہیں کہ وہ ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دے ہم اس کو اس کے دین پر چھوڑ دیتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا ”اگر میں تمہارے سامنے ایک ایسی بات پیش کروں جس کے آپ لوگ قائل ہو جائیں تو عرب کے بادشاہ بن جاؤ اور عجم تمہارے زیر نگین آجائے تو پھر آپ حضرات کی کیا رائے ہوگی؟“ ابو جہل نے کہا ”اچھا بتاؤ کیا بات ہے؟ تمہارے باپ کی قسم ایسی بات تو کیا دس باتیں بھی کہو تو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔“ آپ نے فرمایا ”آپ لوگ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ پوجتے ہیں اسے چھوڑ دیں“ اس پر مشرکین نے کہا ”اے محمد (ﷺ) تم یہ چاہتے ہو کہ سارے معبودوں کی جگہ بس ایک ہی معبود بنا ڈالیں واقعی تمہارا معاملہ بڑا عجیب ہے۔“

غور فرمائیے رسول اکرم ﷺ کی سرداران قریش سے گفتگو میں جو بات باعث نزاع تھی وہ تھی صرف

ایک معبود کا اقرار اور باقی تمام معبودوں کا انکار۔ اس کے لئے سردارانِ قریش تیار نہ ہوئے اور باہمی مخالفت اور تضادم کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔

کئی زندگی میں بلاشبہ نماز، روزہ، حج، زکاۃ، حلال و حرام، حدود، عالمی مسائل اور دیگر احکام نازل نہیں ہوئے لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ مدنی زندگی میں ان احکامات کے نازل ہونے کے بعد بھی فریقین میں محاذ آرائی کا اصل سبب مسائل احکام نہیں بلکہ عقیدہ توحید ہی تھا۔

تاریخ اسلام کے اولین خونی معرکہ بدر میں جب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی تو رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دست دعا پھیلا کر جو دعائیں اس کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ ”اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر کبھی تیری عبادت نہ ہوگی“ ان الفاظ کا مفہوم بڑا واضح ہے کہ قریش مکہ سے مسلمانوں کا یہ مسلح تضادم صرف اس لئے ہو رہا تھا کہ عبادت اور بندگی صرف ایک اللہ کی ہونی چاہئے۔

مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان دوسرے بڑے مسلح تضادم، غزوہ احد کے اختتام پر ابوسفیان جبل احد پر نمودار ہوا اور بلند آواز سے کہا ”کیا تم میں محمد (ﷺ) ہیں؟“ مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو پھر پوچھا ”کیا تمہارے درمیان ابوقحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ہیں؟ پھر خاموشی رہی تو کہنے لگا ”کیا تم میں عمر رضی اللہ عنہ ہیں؟ رسول اکرم ﷺ نے مصیبتاً صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کو جواب سے منع فرما دیا تھا چنانچہ ابوسفیان نے کہا ”چلو ان تینوں سے نجات ملی“ اور نعرہ لگایا اَعْلُ هُبَلْ (ہمارے معبود) ہبل کا نام بلند ہو، نبی اکرم ﷺ کے حکم پر صحابہ کرامؓ نے جواب دیا اَللّٰهُ اَعْلٰی وَاَجَلْ (یعنی اللہ تعالیٰ ہی بلند اور بزرگ ہے) ابوسفیان نے پھر کہا لَنَا عِزٌّ وَلَا عِزٌّ لَكُمْ (یعنی ہمارے پاس عزی (بت کا نام) ہے اور تمہارے پاس عزی نہیں۔ نبی ﷺ کے حکم پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پھر جواب دیا اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَكُمْ (یعنی اللہ تعالیٰ ہمارا سرپرست ہے اور تمہارا کوئی سرپرست نہیں)

معرکہ احد کے اختتام پر فریقین کے درمیان یہ مکالمہ اس بات کی واضح شہادت ہے کہ دعوتِ اسلامی کے آغاز میں تسنخ اور تکذیب کے ذریعہ مخالفت کا اصل سبب بھی عقیدہ توحید تھا اس مخالفت نے آگے چل کر ظلم

و ستم کے ہمہ گیر طوفان کے ذریعہ مخالفت کا اصل سبب بھی عقیدہ توحید تھا اس مخالفت نے آگے چل کر ظلم و ستم کے

ہمہ گیر طوفان کی شکل اختیار کی تب بھی اس کا سبب عقیدہ تو حید تھا اور اگر فریقین کے درمیان خونیں معرکوں کا میدان گرم ہوا تو اس کا اصل سبب بھی عقیدہ تو حید ہی تھا۔

مخالفت، محاذ آرائی اور خونیں معرکوں کا طویل سفر طے کرنے کے بعد تاریخ نے ایک نیا موڑ مڑا، رمضان سنہ ۸ھ میں رسول اکرم ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے گویا اکیس سال کی مسلسل کشمکش اور جدوجہد کے بعد آپ ﷺ کو اس انقلاب کا سنگ بنیاد رکھنے کا موقع میسر آ گیا جس کے لئے آپ ﷺ مبعوث کئے گئے تھے غور طلب بات یہ ہے کہ حکومت اور اقتدار ملنے کے بعد وہ کون سے اقدام تھے جن پر آپ ﷺ نے کسی بھی مصلحت اور حکمت کی پرواہ کئے بغیر بلاتا خیر عمل فرمایا؟ وہ اقدامات درج ذیل تھے۔

اولاً: مسجد الحرام میں داخل ہوتے ہی بیت اللہ شریف کے ارد گرد اور چھتوں پر موجود تین سوساٹھ بتوں کو اپنے دست مبارک سے گرایا۔

ثانیاً: بیت اللہ شریف کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصاویر بنی ہوئی تھیں انہیں مٹانے کا حکم دیا ایک لکڑی کی کبوتری اندر رکھی تھی اسے خود اپنے دست مبارک سے ٹکڑے ٹکڑے کیا۔

ثالثاً: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی تکبیر اور توحید کی دعوت (اذان) بلند کرو۔ یاد رہے کہ بیت اللہ شریف کا چھت کے بغیر والا حصہ، حطیم، کی دیوار ایک میٹر سے زیادہ بلند ہے مسجد الحرام کے اندر موجود مجمع عام کو سنوٹانے کے لئے حطیم کی دیوار پر کھڑے ہو کر اذان دینا بھی کافی تھا لیکن بیت اللہ شریف کی قریباً سولہ میٹر بلند وبالا پر شکوہ عمارت، (جس پر چڑھنے کے لئے خصوصی انتظام کیا گیا ہوگا) کی چھت سے صدائے توحید بلند کرنے کا حکم دراصل واضح اور دو ٹوک فیصلہ تھا اس مقدمے کا جو فریقین کے درمیان گزشتہ بیس اکیس سال سے باعث نزاع چلا آ رہا تھا اور اب یہ بات طے کر دی گئی تھی کہ کائنات پر حاکمیت اور فرمانروائی کا حق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کبریائی اور عظمت صرف اسی کے لئے ہے اطاعت اور بندگی صرف اسی کی ہوگی پوجا اور پرستش کے لائق صرف اسی کی ذات ہے، کارساز اور مشکل کشا

صرف وہی ہے، کوئی دہوی دوتا، فرشتہ باجن، نبی یا ولی، اس کی صفات اختیارات اور حقوق میں ذرہ برابر شرکت

نہیں رکھتا۔

رابعا: قیام مکہ کے دوران ہی آپ ﷺ نے یہ اعلان کروادیا جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ رکھے بلکہ اسے توڑ ڈالے۔

خامسا: فتح مکہ کے بعد بیشتر عرب قبائل سپر ڈال چکے تھے جزیرۃ العرب کی قیادت آپ ﷺ کے ہاتھ میں آچکی تھی چنانچہ جہاں آپ ﷺ نے بحیثیت سربراہ مملکت عبادات، نکاح و طلاق، حلال و حرام، قصاص اور حدود وغیرہ کے قوانین نافذ فرمائے وہاں پورے جزیرۃ العرب میں جہاں کہیں مراکز شرک قائم تھے انہیں مسمار کرنے کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعتیں روانہ فرمائیں مثلاً:

۱۔ قریش مکہ اور بنو کنانہ کے بت عزیٰ کے بتکدہ کو مسمار کرنے کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تیس افراد کے ساتھ نخلہ (جگہ کا نام) کی طرف روانہ فرمایا۔

۲۔ قبیلہ بنو ذیل کے بت سواع کا معبد مسمار کرنے کے لئے حضرت عمرو بن عاص کو روانہ فرمایا۔

۳۔ قبیلہ اوس، خزرج اور غسان کے بت منات کا بتکدہ منہدم کرنے کے لئے حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو تیس افراد کے ساتھ قدید (جگہ کا نام) کی طرف روانہ فرمایا۔

۴۔ قبیلہ طے کے بت قلس کا بتکدہ منہدم کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو سواروں کا دستہ دے کر یمن روانہ فرمایا۔

۵۔ طائف سے بنو ثقیف قبول اسلام کے لئے حاضر ہوئے تو ان کا بت لات مسمار کرنے کے لئے وفد کے ساتھ ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک دستہ روانہ فرمایا۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پورے جزیرۃ العرب میں یہ مشن دے کر بھیجا کہ جہاں کہیں کوئی تصویر نظر آئے اسے مٹا دو اور جہاں کہیں اونچی قبر نظر آئے اسے برابر کر دو۔

مذکورہ بالا اقدامات اس بات کی واضح نشان دہی کرتے ہیں کہ کئی دور ہو یا مدنی آپ ﷺ کی تمام تر جدوجہد کا مرکز اور محور عقیدہ توحید کی تنفیذ اور شرک کا استیصال تھا۔

ہی ہے روزانہ پانچ مرتبہ ہر نماز سے قبل اذان بلند کرنے کا حکم ہے جو تکبیر تو حید کی تکرار کے خوبصورت کلمات کا انتہائی پراثر مجموعہ ہے۔ وضو کے بعد کلمہ تو حید پڑھنے پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ابتدائے نماز اور دوران نماز میں بار بار کلمہ تکبیر پکارا جاتا ہے۔ سورۃ فاتحہ کو ہر رکعت کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے جو کہ تو حید کی مکمل دعوت پر مشتمل سورۃ ہے۔ رکوع و سجود میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بلندی کا بار بار اعادہ اور اقرار کیا جاتا ہے اور عقیدہ تو حید کی گواہی دی جاتی ہے، گویا شروع سے لے کر آخر تک ساری نماز عقیدہ تو حید کی تعلیم اور تذکیر پر مشتمل ہے۔

مرکز تو حید ”بیت اللہ شریف“ کے ساتھ مخصوص عبادت حج یا عمرہ پر ایک نظر ڈالیے، احرام باندھنے کے ساتھ ہی عقیدہ تو حید کے اقرار اور شرک کی نفی پر مشتمل تلبیہ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ لَا شَرِيكَ لَكَ (ترجمہ) میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں بیشک تعریف تیرے ہی لائق ہے ساری نعمتیں تیری ہی دی ہوئی ہیں اور ملک تیرا ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں) پکارنے کا حکم ہے۔ منیٰ، مزدلفہ اور عرفات ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی تو حید، تکبیر، تہلیل، تقدیس اور تحمید پر مشتمل کلمات پڑھتے رہنے کو ہی حج مبرور کہا گیا ہے گویا یہ ساری کی ساری عبادت مسلمانوں کو عقیدہ تو حید میں پختہ تر کرنے کی زبردست تربیت ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ کے ذریعہ امت کو قدم قدم پر جس طرح عقیدہ تو حید کے تحفظ کی تعلیم دی اسے بھی پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ایک آدمی نے دوران گفتگو عرض کیا ”جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں“ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ”کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیا ہے۔“ (مسند احمد) ایک آدمی نے آپ سے بارش کی دعا کروانی چاہی اور ساتھ عرض کیا ”ہم اللہ تعالیٰ کو آپ کے ہاں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بناتے ہیں۔“ آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا اور فرمایا ”افسوس تجھے معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کی شان کتنی بلند ہے اسے کسی کے حضور سفارشی نہیں بنایا جاسکتا۔“ (ابوداؤد) بعض صحابہ کسی منافق کے شر سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ

سے استغاثہ کرنے حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا ”دیکھو مجھ سے استغاثہ (فریاد) نہیں کیا جاسکتا بلکہ صرف

اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی استغاثہ کیا جاسکتا ہے۔“ (طبرانی) ۱۰ھ میں رسول اکرم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو اسی روز سورج گرہن لگ گیا بعض لوگوں نے اسے حضرت ابراہیم کی وفات کی طرف منسوب کیا آپ کو معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا ”لوگو! سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا لہذا جب گرہن لگے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور نماز پڑھو یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جائے۔ (صحیح مسلم) یہ بات ارشاد فرما کر آپ ﷺ نے اس مشرکاً نہ عقیدے کی جڑ کاٹ دی کہ نظم کائنات پر کوئی نبی ولی یا بزرگ اثر انداز ہو سکتا ہے یا امور کائنات چلانے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا بھی عمل دخل ہو سکتا ہے۔

ایک موقع پر رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کو یہ نصیحت فرمائی ”میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کیا بے شک میں ایک بندہ ہوں لہذا مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔“ (بخاری و مسلم) ایک حدیث میں ارشاد مبارک ہے ”افضل ترین ذکر لا اِلهَ اِلَّا اللهُ ہے (ترمذی) افضل ترین ذکر میں محمد رسول اللہ کے الفاظ شامل نہ کر کے آپ ﷺ کے گویا امت کو یہ تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، کبریائی اور عظمت میں دوسرا تو کیا نبی بھی شریک نہیں ہو سکتا آخر میں ایک نظر رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے ایامِ مرض الموت پر بھی ڈال لیجئے ایامِ علالت میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جو پسند و نصائح فرمائے ان کی اہمیت محتاج وضاحت نہیں وفات اقدس سے پانچ دن قبل بخار سے کچھ افاقہ محسوس ہوا تو مسجد تشریف لائے سر مبارک پر پٹی باندھی ہوئی تھی منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا ”یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔“ (صحیح بخاری) ایامِ علالت میں ہی اپنی امت کو جو دوسری وصیت ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ تم لوگ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔“ (موطا امام مالک)..... وفات اقدس کے آخری روز عالم نزاع میں آپ ﷺ کے سامنے پیالے میں پانی رکھا تھا آپ ﷺ دونوں ہاتھ پانی میں ڈال کر چہرہ پر ملتے اور فرماتے لَا اِلهَ اِلَّا اللهُ إِنَّ لِّلْمَوْتِ سَكْرَاتٍ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہ نہیں اور موت کے

لئے سختیاں ہیں (صحیح بخاری) یہی الفاظ دہراتے دہراتے حیات طیبہ کے آخری کلمات اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي

وَأَرْحَمَنِي وَالْحَفِيفُ بِالرَّفِيفِ ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ ملا دے) تین مرتبہ ادا فرمائے اور رفیقِ اعلیٰ کے حضور پہنچ گئے گویا آپ کی زندگی کے آخری الفاظ بھی کلمہ توحید پر مشتمل تھے۔

سیرتِ طیبہ کے یہ تمام سلسلہ واراہم واقعات اسلامی انقلاب کی غرض و غایت کا ٹھیک ٹھیک تعین کر دیتے ہیں اور وہ یہ کہ آپ ﷺ کا ہر پاپا کیا ہوا انقلاب بنیادی طور پر عقیدے کا انقلاب تھا جس کے نتیجے میں انسانی زندگی کے باقی تمام گوشوں معیشت، معاشرت، مذہب، سیاست، اخلاق و کردار میں از خود انقلاب آتا چلا گیا۔ پس صحیح اسلامی انقلاب صرف وہی ہوگا جس کی بنیاد خالص عقیدہ توحید پر ہوگی جس انقلاب کی بنیاد عقیدہ توحید پر نہیں ہوگی وہ اصلاحی، معاشی، صنعتی، جمہوری یا سیاسی ہر طرح کا انقلاب ہو سکتا ہے اسلامی انقلاب ہرگز نہیں ہو سکتا۔



قارئین کرام! شرک سے متعلق بعض دیگر اہم مضامین بھی دیا چے میں شامل تھے لیکن طوالت کی وجہ سے الگ ضمیمہ کی شکل میں شامل اشاعت کئے جا رہے ہیں ان مضامین کے موضوعات درج ذیل ہیں۔

۱۔ شرک کے بارے میں بعض اہم مباحث۔

۲۔ مشرکین کے دلائل اور ان کا تجزیہ۔

۳۔ اسباب شرک۔

ضمیمہ میں بعض مقامات پر اولیاء کرام سے منسوب کرامات تحریر کی گئی ہیں ان کے بارے میں ہم یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مذکورہ کرامات چونکہ اولیاء کرام کی سیرت پر لکھی گئی کتب میں موجود ہیں لہذا ہم نے ان کا حسب موقع حوالہ دے دیا ہے تاہم ان کی صحت یا عدم صحت کی تمام تر ذمہ داری ان کتب کے مصنفین پر ہے جنہوں نے یہ کرامات اپنی کتب میں لکھی ہیں۔ مذکورہ کرامات چونکہ خلاف سنت ہیں اس لئے ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ کرامات اولیاء کرام سے غلط طور پر منسوب کی گئی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر کتاب میں توحید سے متعلق تین ابواب (توحید ذات، توحید عبادت

اور تو حید صفات) میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر مسئلہ کے تحت حدیث سے قبل قرآن مجید کی آیت دے دی گئی ہے۔ امید ہے ان شاء اللہ اس طرح مسائل کو سمجھنے اور ذہن نشین کرنے میں قارئین کرام زیادہ سہولت محسوس کریں گے۔

اس بار ہم نے یہ اہتمام بھی کیا ہے کہ صحیحین (بخاری شریف اور مسلم شریف) کی احادیث کے علاوہ باقی احادیث کے درجہ (صحیح یا حسن) کا ذکر بھی کر دیا جائے امید ہے کہ اس سے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہوگا ان شاء اللہ بعض احادیث کے آگے صحیح یا حسن کا درجہ نہیں لکھا گیا، یہ وہ احادیث ہیں جو صحت کے اعتبار سے قابل قبول ہیں لیکن حسن کے درجہ کو نہیں پہنچتیں۔

صحت حدیث کے معاملہ میں شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیق سے استفادہ حاصل کیا گیا ہے تاہم اگر کہیں کوتاہی ہوگئی تو اس کی نشان دہی پر ہم ممنون احسان ہوں گے۔

کتاب کی نظر ثانی محترم والد حافظ محمد ادریس کیلانی رحمہ اللہ اور محترم حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کی سعی جلیلہ کو شرف قبولیت عطا فرما کر دنیا اور آخرت میں اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

کتاب التوحید کی تکمیل پر ہم اپنے رب کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہیں کہ اس کے فضل و کرم کے بغیر کوئی نیک کام سرانجام نہیں پاتا، اس کی توفیق اور عنایت کے بغیر کوئی نیک خواہش پوری نہیں ہوتی، اس کے سہارے اور مدد کے بغیر کوئی نیک ارادہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتا، پس اے نیک ارادوں اور خواہشوں کو پورا کرنے والے اپنے رخ انور کے جلال و جمال کے واسطے سے، اپنی عظمت و کبریائی کے صدقے سے، اور اپنی لامحدود صفات کے وسیلے سے ہماری یہ حقیر جہد و جہد اپنی بارگاہ صدی میں قبول فرما۔

اے اللہ العالمین! ہم تیرے نہایت عاجز حقیر گنہگار اور سیہ کار بندے ہیں تیرا دامن عفو و کرم زمین و آسمان کی وسعتوں سے بھی وسیع تر ہے، تو اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرما اور اسے ہمارے والدین اہل و عیال اور خود ہمارے لئے رہتی دنیا تک بہترین صدقہ جاریہ بنا ہمارے گناہوں کی مغفرت اور بخشش کا ذریعہ بنا

، ہمیں زندگی اور موت سے محفوظ رکھ، دامن ناس و آگے پچھے سے ہماری حفاظت فرما، دنیا و آخرت میں

ذلت اور رسوائی سے پناہ دے، مرتے وقت کلمہ توحید نصیب فرما، قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب میں ثابت قدم رکھ، عذاب قبر سے بچا، حشر و نشر کی ہولناکیوں سے پناہ دے، رسول رحمت ﷺ کی شفاعت کبریٰ نصیب فرما، جہنم کی آگ سے محفوظ رکھ، اور جنت میں رسول اکرم ﷺ کی رفاقت عطا فرما۔ آمین۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خير خلقه محمد و على آله وصحبه أجمعين﴾

محمد اقبال کیلانی عفی اللہ عنہ

جامعہ ملک سعود، المملکۃ العربیہ السعودیہ

شُرک کے بارے میں چند اہم مباحث

عقیدہ توحید کی وضاحت کرتے ہوئے ہم یہ لکھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک کرنا شرک فی الذات، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا شرک فی العبادت، اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی کو شریک کرنا، شرک فی الصفات کہلاتا ہے۔ شرک کے موضوع پر مزید گفتگو کرنے سے قبل درج ذیل مباحث کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

۱۔ مشرکین اللہ تعالیٰ کو جانتے اور مانتے تھے

ہر زمانے کے مشرک اللہ تعالیٰ کو جانتے اور مانتے ہیں حتیٰ کہ اسی کو معبودِ اعلیٰ اور ربِّ اکبر (Great God) تسلیم کرتے ہیں اور جو کچھ کائنات میں ہے ان سب کا خالق، مالک اور رازق اسے ہی سمجھتے ہیں کائنات کا مدبر اور منتظم بھی اسی کو مانتے ہیں جیسا کہ سورہ یونس کی درج ذیل آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ﴾

ترجمہ: ”ان سے پوچھو کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے کون اس نظام عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے ”اللہ“ (سورہ یونس آیت: ۳۰)

اور سورہ عنکبوت کی آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّيْنَاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾

ترجمہ: ”جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکایک شرک کرنے لگتے ہیں۔ (سورہ عنکبوت آیت: ۶۵) اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشرک نہ صرف اللہ تعالیٰ کو کائنات کا مالک اور مدبر تسلیم کرتے تھے

بلکہ مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لئے اسی کو بارگاہ آخری اور بڑی بارگاہ سمجھتے تھے۔

۲۔ مشرکین اپنے معبودوں کے اختیارات عطائی سمجھتے تھے

مشرک جنہیں اپنا مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے تھے ان کے اختیارات کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ سمجھتے تھے دوران حج مشرکین جو تلبیہ پڑھتے تھے اس سے مشرکین کے اس عقیدہ پر روشنی پڑتی ہے جس کے الفاظ یہ تھے۔

﴿لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ﴾

ترجمہ: ”اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک تیرا شریک ہے جس کا تو ہی مالک ہے اور وہ کسی چیز کا مالک نہیں“۔ تلبیہ کے ان الفاظ سے تین باتیں بالکل واضح ہیں۔

اولاً۔ مشرک اپنے ٹھہرائے ہوئے (خداؤں اور معبودوں) کا مالک اور خالق بھی رب اکبر کو ہی سمجھتے تھے ثانیاً۔ مشرک یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کے ٹھہرائے ہوئے شرکاء ذاتی حیثیت میں کسی چیز کے مالک و مختار نہیں بلکہ ان کے اختیارات اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہیں جس سے وہ اپنے پیروکاروں کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرتے ہیں۔

یاد رہے مشرکین کی تلبیہ سے ظاہر ہونے والے اس عقیدہ کو رسول اکرم ﷺ نے شرک قرار دیا ہے۔

۳۔ قرآن مجید کی اصطلاح مِنْ دُونِ اللّٰهِ (۱) کیا مراد ہے؟

مشرکین میں پائے جانے والے مختلف عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں خدا موجود ہے یا کائنات کی مختلف اشیاء دراصل خدا کی قوت اور طاقت کے مختلف روپ اور مظاہر ہیں اس عقیدہ کو سب سے زیادہ پذیرائی مشرکین کے قدیم ترین مذہب ”ہندومت“ میں حاصل ہوئی جن کے ہاں سورج، چاند ستارے پانی، ہوا، سانپ، ہاتھی، گائے، بندر، اینٹ، پتھر، پودے اور درخت گویا ہر چیز خدا ہی کا روپ

(۱) مِنْ دُونِ اللّٰهِ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے جن کی پوجا اور پرستش کی جاتی ہے وہ ”دوسرے“، کون کون ہیں؟ ان سطور میں

ہے جو پوجا اور پرستش کے قابل ہیں اس عقیدہ کے تحت مشرکین اپنے ہاتھوں سے پتھروں کے خیالی خوبصورت مجسمے اور بت تراشتے ہیں پھر ان کی پوجا اور پرستش کرتے ہیں اور انہیں کو اپنا مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہیں بعض مشرک پتھروں کو تراشتے اور کوئی شکل دیئے بغیر قدرتی شکل میں اسے نہلا دھلا کر پھول وغیرہ پہنا کر اس کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اس سے دعائیں فریادیں کرنے لگتے ہیں۔ اس قسم کے تمام تراشیدہ بت، مجسمے، مورتیاں اور پتھر وغیرہ قرآن مجید کی اصطلاح میں ”من دون اللہ“ کہلاتے ہیں۔

مشرکین میں بت پرستی کی وجہ ایک دوسرا بھی عقیدہ تھا جس کا تذکرہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے سورہ نوح کی آیت نمبر ۲۳ کی تفسیر میں کیا ہے (۱) اور وہ یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک صالح ولی اللہ مسلمان فوت ہوا تو اس کے عقیدت مند رونے اور پٹینے لگے صدمہ سے نڈھال اس کی قبر پر آ کر بیٹھ گئے ابلیس ان کے پاس انسانی شکل میں آیا اور کہا کہ اس بزرگ کے نام کی یادگار کیوں قائم نہیں کر لیتے تاکہ ہر وقت تمہارے سامنے رہے اور تم اسے بھولنے نہ پاؤ اس نیک اور صالح بندے کے عقیدتمندوں نے یہ تجویز پسند کی تو ابلیس نے خود ہی اس بزرگ کی تصویر بنا کر انہیں مہیا کر دی جسے دیکھ کر وہ اپنے بزرگ کی یاد تازہ کرتے اور اس کی عبادت اور زہد کے قصے آپس میں بیان کرتے رہتے۔ اس کے بعد دوبارہ ابلیس ان کے پاس آیا اور کہا کہ آپ سب حضرات کو تکلیف کر کے یہاں آنا پڑتا ہے، کیا میں تم سب کو الگ الگ تصویریں نہ بنا دوں تاکہ تم لوگ اپنے اپنے گھروں میں انہیں رکھ لو؟ عقیدتمندوں نے اس تجویز کو بھی پسند کیا اور ابلیس نے انہیں اس بزرگ کی تصویریں یا بت الگ الگ مہیا کر دیئے جو انہوں نے اپنے اپنے گھروں میں رکھ لیے۔ ان عقیدتمندوں نے یہ تصویریں اور بت یادگار کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھ لئے لیکن ان کی دوسری نسل نے آہستہ آہستہ ان تصویروں اور بتوں کی پوجا اور پرستش شروع کر دی۔ اس بزرگ کا نام ”ود“ تھا اور یہی پہلا بت تھا جس کی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا اور پرستش کی گئی ”ود“ کے علاوہ قوم نوح دیگر جن بتوں کی پوجا کرتی تھی ان کے نام سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے یہ سب کے سب اپنی قوم کے صالح اور نیک لوگ تھے (بخاری)

(۱): وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا يَعْثُوكَ وَيَعُوقُ وَنَسْرًا (۷۱: ۲۳) اور انہوں نے کہا ہرگز

نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو ودا اور سواع کو اور نہ یغوث، یعوق اور نسر کو۔ (سورہ نوح)

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ جہاں بعض مشرک پتھروں کے خیالی بت اور مجسمے بنا کر انہیں اپنا معبود بنا لیتے تھے وہاں بعض مشرک اپنی قوم کے بزرگوں اور ولیوں کے مجسمے اور بت بنا کر انہیں بھی اپنا معبود بنا لیتے تھے آج بھی بت پرست اقوام جہاں فرضی بت تراش کر ان کی پوجا اور پرستش کرتی ہے وہاں اپنی قوم کی عظیم اور مصلح شخصیتوں کے بت اور مجسمے تراش کر ان کی پوجا اور پرستش بھی کرتی ہیں ہندو لوگ ”رام“ اس کی ماں ”کوشلیا“ اس کی بیوی ”سیتا“ اس کے بھائی ”لکشمن“ کے بت تراشتے ہیں۔ ”شیو جی“ کے ساتھ اس کی بیوی ”پاروتی“ اس کے بیٹے ”لارڈ گنیش“ کے بت اور مجسمے بناتے ہیں۔ ”کرشنا“ کے ساتھ اس کی ماں ”یشودھا“ اور اس کی بیوی ”رادھا“ کے بت اور مورتیاں بنائی جاتی ہیں (۱) اسی طرح بدھ مت کے پیروکار ”گوتم بدھ“ کا مجسمہ اور مورت بناتے ہیں جین مت کے پیروکار سوامی مہاویر کا بت تراشتے اور اس کی پوجا پاٹ کرتے ہیں ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں ان سے اپنی حاجتیں اور مرادیں طلب کرتے ہیں یہ سارے نام تاریخ کے فرضی نہیں بلکہ حقیقی کردار ہیں جن کے بت تراشتے جاتے ہیں ایسے تمام بزرگ اور ان کے بت بھی قرآن مجید کی اصطلاح ”من دون اللہ“ میں شامل ہیں۔

بعض مشرک لوگ اپنے ولیوں اور بزرگوں کے بت یا مجسمے تراشنے کی بجائے ان کی قبروں اور مزاروں کے ساتھ بتوں جیسا معاملہ کرتے تھے، مشرکین مکہ قوم نوح کے بتوں و دُوسوع، یغوث، یعوق اور نسر کے علاوہ دوسرے جن بتوں کی پوجا اور پرستش کرتے تھے ان میں لات، منات، عزیٰ اور ہبل زیادہ مشہور تھے ان میں سے لات کے بارے میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی آیت اَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ -

۱۔ یہاں اس بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ ہندوؤں میں دو مشہور فرقے ہیں سناٹن دھرم اور آریہ سماج، سناٹن دھرم کی مذہبی کتب چاروید، چھ شاستر، اور اٹھارہ اسم رتی شامل ہیں ان کتب میں ۳۳ کروڑ دیوتاؤں اور اوتاروں کا ذکر ملتا ہے جب کہ آریہ سماج اپنی بت پرستی کے باوجود موحد ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے اور چارویدوں کے علاوہ باقی کتب کو اس لئے تسلیم نہیں کرتا کہ ان میں شرک کی تعلیم دی گئی ہے۔

آریہ سماج فرقہ کے ایک مبلغ راجہ رام موہن رائے (۱۷۷۴ء تا ۱۸۳۳ء) نے ”تھنہ الموحدین“ ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے جس میں بت پرستی کی مذمت اور توحید کی تعریف کی گئی ہے۔ (ہندو دھرم کی جدید شخصیتیں از محمد فاروق خان ایم اے)

ترجمہ: ”کبھی تم نے لات اوڑھی کی حقیقت پر بھی غور کیا ہے؟ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ لات ایک نیک شخص تھا جو موسم حج میں حاجیوں کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا، اس کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس کی قبر پر مجاورت شروع کر دی اور رفتہ رفتہ اس کی عبادت کرنے لگے پس وہ بزرگ اور اولیاء کرام جن کی قبروں کے ساتھ بتوں جیسا معاملہ کیا جائے، ان پر مجاورت کی جائے، ان کے نام کی نذر و نیاز دی جائے، ان سے حاجتیں اور مرادیں طلب کی جائیں، وہ بھی ”من دون اللہ“ میں اسی طرح شامل ہیں جس طرح وہ بت من دون اللہ میں شامل ہیں جن کی پوجا اور پرستش کی جاتی ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ کتاب و سنت کی رو سے من دون اللہ سے مراد مندرجہ ذیل تین چیزیں ہیں۔

۱۔ وہ تمام جاندار یا غیر جاندار اشیاء جنہیں خدا کا مظہر یا روپ سمجھ کر ان کے سامنے مراسم عبودیت بجالائے جائیں۔

۲۔ تاریخ کی وہ عظیم شخصیتیں جن کے تراشیدہ بتوں مجسموں اور مورتیوں کے سامنے مراسم عبودیت بجالائے جائیں۔

۳۔ اولیاء کرام اور ان کی قبریں جہاں مختلف مراسم عبودیت بجالا جائیں۔

۴۔ مشرکین عرب کے مراسم عبودیت کیا تھے؟

مشرکین عرب بتکدوں اور خانقاہوں میں اپنے بزرگوں اور اولیاء کرام کے بتوں کے سامنے جو مراسم عبودیت بجاتے تھے ان میں درج ذیل رسول شامل تھیں، بتکدوں میں مجاور بن کے بیٹھنا، بتوں سے پناہ طلب کرنا، انہیں زور زور سے پکارنا، حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے ان سے فریادیں اور التجائیں کرنا، اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنا سفارشی سمجھ کر مرادیں طلب کرنا، ان کا حج اور طواف کرنا، ان کے سامنے عجز و نیاز سے پیش آنا، انہیں سجدہ کرنا، ان کے نام سے نذرانے اور قربانیاں دینا، جانوروں کو کبھی بتکدوں پر لے جا کر ذبح کرنا کبھی کسی جگہ ذبح کر لینا۔ یہ تمام رسومات تب بھی شرک تھیں اور اب بھی شرک ہیں۔

۵۔ کلمہ گو بھی مشرک ہو سکتا ہے

شرک کرنے والوں میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو رسالت اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے مثلاً رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں قریش مکہ یا ہمارے زمانے میں ہندومت کے پیروکار، انہیں کافر مشرک کہا جاسکتا ہے۔ لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ رسالت اور آخرت پر ایمان رکھنے کے باوجود شرک کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی گواہی خود قرآن مجید ہی دے رہی ہے۔

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمَنَ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

ترجمہ: ”(قیامت کے روز) امن انہی کے لیے ہے اور راہِ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔“ (سورہ انعام آیت ۸۲)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾

ترجمہ: ”لوگوں میں سے اکثر ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہیں۔“ (سورہ یوسف آیت ۱۰۶) دونوں آیتوں سے یہ بات واضح ہے کہ بعض لوگ کلمہ پڑھنے اور آخرت پر ایمان لانے کے باوجود شرک میں مبتلا ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو کلمہ گو مشرک کہا جاسکتا ہے۔

۶۔ اقسام شرک

شرک کی دو قسمیں ہیں شرک اکبر اور شرک اصغر اللہ تعالیٰ کی ذات، عبادت اور صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا شرک اکبر کہلاتا ہے، شرک اکبر کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہے، جیسا کہ سورہ توبہ کی درج ذیل آیت میں ہے

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِم بِالْكَفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ﴾

ترجمہ: ”مشرکین کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر خود کفر کی شہادت دے رہے ہیں، ان کے تو سارے اعمال ضائع ہو گئے، اور انہیں جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے۔“

(سورہ توبہ آیت ۱۷)

شُرک اکبر کے علاوہ بعض ایسے دیگر امور جن کے لئے احادیث میں شرک کا لفظ استعمال ہوا ہے، مثلاً ریا یا غیر اللہ کی قسم کھانا وغیرہ یہ شرک اصغر کہلاتے ہیں، شرک اصغر کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوتا البتہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے، کبیرہ گناہ کی سزا جہنم ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے، شرک اصغر سے توبہ نہ کرنا شرک اکبر کا باعث بن سکتا ہے۔

یاد رہے شرک خفی سے مراد ہلکا شرک نہیں بلکہ مخفی شرک ہے جو کسی انسان کے اندر چھپی ہوئی کیفیت کا نام ہے، یہ شرک اکبر بھی ہوتا ہے جیسا کہ منافق کا شرک، اور شرک اصغر بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ ریاکار کا شرک ہے۔

مشرکین کے دلائل اور ان کا تجزیہ

قرآن مجید کی رو سے مشرکین، شرک کے حق میں تین قسم کے دلائل رکھتے ہیں، ذیل میں ہم تینوں دلائل کا الگ الگ تجزیہ پیش کر رہے ہیں۔

پہلی دلیل اور اس کا تجزیہ

اس سے پہلے یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اکبر۔ معبود اعلیٰ اور خدائے خداوند (Great god) تسلیم کرتے ہیں اسے اپنا خالق رازق اور مالک سمجھتے ہیں جان پہ بن آئے تو خالصتاً اسی کو پکارتے بھی ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ اولیاء کرام چونکہ اللہ تعالیٰ کے بلند مرتبہ ہوتے ہیں اللہ کے محبوب اور پیارے ہوتے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات میں سے کچھ اختیارات انہیں بھی دے رکھے ہیں۔ اس لئے ان سے بھی مرادیں مانگی جاسکتی ہیں، ان سے بھی حاجت اور مدد طلب کی جاسکتی ہے، وہ بھی تقدیر بنا اور سنوار سکتے ہیں، دعا اور فریاد سن سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشرکین کے اس عقیدے کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهًا لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ﴾ (۷۴:۳۶)

ترجمہ: ”مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے الہ اس بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کی مدد کریں۔“ (سورہ یس آیت ۷۴) یہی وہ عقیدہ ہے جس کے تحت مشرکین عرب بتوں کی شکل میں اپنے بزرگوں اور اولیاء کرام کو پکارتے اور ان سے مرادیں طلب کرتے تھے اسی عقیدے کے تحت ہندو بدھ اور جینی، مورتیوں، مجسموں اور بتوں کی شکل میں اپنے بزرگوں اور ولیوں سے حاجتیں اور مرادیں طلب کرتے ہیں، اسی عقیدے کے تحت بعض مسلمان فوت شدہ اولیائے کرام اور بزرگوں کو پکارتے اور ان سے حاجتیں اور مرادیں طلب کرتے ہیں (۱) سید علی ہجویری اپنی مشہور کتاب ”کشف المحجوب“ میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اولیاء کے ملک کے مدبر ہیں اور عالم (دنیا) کے نگراں ہیں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ان کو عالم کا والی (حاکم) گردانا ہے اور عالم (دنیا) کا حل و عقد (انتظام) ان کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اور احکام عالم کو ان ہی کی ہمت سے جوڑ دیا ہے (۲) حضرت نظام الدین اولیاء اپنی معروف کتاب ”فوائد الفوائد“ میں فرماتے ہیں ”شیخ نظام الدین ابوالموید بار بار فرمایا کرتے تھے ”میری وفات کے بعد جس کو کوئی مہم درپیش ہو تو اس سے کہو تین دن میری زیارت کو آئے اگر تین دن گزر جانے کے بعد بھی وہ کام پورا نہ ہو تو چار دن آئے اور اب بھی کام نہ نکلے تو میری قبر کی اینٹ سے اینٹ بجا دے (۳) جناب احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں ”اولیاء کرام مردے کو زندہ کر

۱۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عالم اسباب کے تحت کسی زندہ انسان سے مدد طلب کرنا شرک نہیں البتہ عالم اسباب سے بالاتر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو پکارتا شرک ہے مثلاً سمندر میں ڈوبتے ہوئے جہاز پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا کسی قریب ترین بندرگاہ پر موجود لوگوں کو واٹر لیس کے ذریعے صورت حال سے مطلع کر کے مدد طلب کرنا شرک نہیں کیونکہ ڈوبنے والوں کا واٹر لیس کے ذریعے زندہ انسانوں کو اطلاع دینا، بندرگاہ پر موجود لوگوں کا ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعے جائے حادثہ پر پہنچنا اور بچانے کی کوشش کرنا یہ سارے کام سلسلہ اسباب کے تحت ہیں البتہ اگر ڈوبنے والے ”بگرداب بلا افتاد کشتی مددکن یا معین الدین چشتی“ (یعنی میری کشتی طوفانوں میں چھنی ہے اے معین الدین چشتی تو میری مدد کر) کی دہائی دیے لگیں تو یہ شرک ہوگا کیونکہ ایسی فریاد کرنے والے کا عقیدہ ہوگا کہ اولاً خواجہ معین الدین چشتی مرنے کے باوجود سینکڑوں یا ہزاروں میل دور سے فریاد سننے کی طاقت رکھتے ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرح سمجھ ہیں۔ ثانیاً فریاد اور پکار سننے کے بعد خواجہ معین الدین چشتی فریاد کرنے والے کی مدد کرنے اور اس کی مشکل حل کرنے کی پوری قدرت رکھتے ہیں، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرح قادر بھی ہیں ان دونوں صورتوں میں جو فرق ہے وہ باسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

سکتے ہیں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دے سکتے ہیں اور ساری زمین کو ایک قدم میں طے کر سکتے ہیں (۱) نیز فرماتے ہیں ”اولیاء کرام اپنی قبروں میں حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہیں ان کے علم و ادراک سمع و بصر پہلے کی نسبت بہت زیادہ قوی ہیں“ (۲)

فارسی کے ایک شاعر نے اسی عقیدے کا اظہار درج ذیل شعر میں یوں کیا ہے۔

اولیاء ہست قدرت ازالہ تیر جستہ باز گردانند زراہ

ترجمہ: ”اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس لا سکتے ہیں۔

کسی پنجابی شاعر نے اپنے اس عقیدہ کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے۔

تھو ولی دے قلم ربانی لکھے جو من بھاوے رب ولی نوں طاقت بخشی لکھے لیکھ مٹاوے

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کا قلم ولی کے ہاتھ میں ہے جو چاہے لکھے اللہ تعالیٰ نے ولی کو یہ طاقت بخشی ہے کہ جو چاہے لکھے جو چاہے مٹا دے۔

بزرگان دین اور اولیاء کرام کے بارے میں اسی قسم کے مبالغہ آمیز عقائد اور تصورات کا یہ نتیجہ ہے کہ لوگ اولیاء کرام کے ناموں کی دہائی دیتے اور ان سے مدد اور مرادیں مانگتے ہیں خود ”امام اہل سنت“ حضرت احمد رضا خاں بریلوی، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں ”اے عبدالقادر! اے فضل کرنے والے بغیر مانگے سخاوت کرنے والے، اے انعام و اکرام کے مالک تو بلند و عظیم ہے ہم پر احسان فرما اور مسائل کی پکار کو سن لے۔ اے عبدالقادر ہماری آرزوؤں کو پورا کر (۲) جناب احمد رضا خان کے بارے میں ان کے ایک عقیدت مند شاعر کا اظہار عقیدت ملاحظہ ہو۔

چار جانب مشکلیں ہیں ایک میں اے مرے مشکل کشا احمد رضا

لاج رکھ میرے پھیلے ہاتھ کی اے مرے حاجت روا احمد رضا

شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں بھی کسی شاعر نے ایسا ہی اظہار خیال کیا ہے۔

امداد گن امداد گن از رنج و غم آزاد گن دردین و دنیا شاؤ گن یا شیخ عبدالقادر!

ترجمہ: ”اے شیخ عبدالقادر! میری مدد کیجئے، میری مدد کیجئے، اور مجھے ہر رنج و غم سے آزاد کر دیجئے، نیز دین و دنیا کے تمام معاملات میں مجھے خوش کیجئے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں عربی کے ایک شاعر نے اپنے عقیدے کا اظہار یوں کیا ہے:

ناد علیا مظهر العجائب تجده عونا فی النوائب

کل هم و غم سینجلی بولا یتک یا علی یا علی

ترجمہ: ”عجائبات کے ظاہر کرنے والے علی کو پکارو ہر مصیبت میں اسے اپنا مددگار پاؤ گے اے علی تیری ولایت کے صدقے غم قریب سارے غم دور ہو جائیں گے۔“

ان افکار و عقائد کو سامنے رکھتے ہوئے یا محمد، یا علی، یا حسین، یا غوث الاعظم جیسے ندائیہ کلمات کی حقیقت آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے اور یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ان کلمات کے پس منظر میں کون سا عقیدہ کارفرما ہے؟ اولیاء کرام اور بزرگان دین کے بارے میں پائے جانے والے ان تصورات اور عقائد کا اب ہمیں کتاب و سنت کی روشنی میں جائزہ لینا ہے کیا واقعی اولیاء کرام ایسی قدرت رکھتے اور اختیارات رکھتے ہیں جیسا کہ ان کے پیروکار سمجھتے ہیں؟

پہلے قرآن مجید کی چند آیات ملاحظہ ہوں۔

۱- وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ .

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جنہیں تم پکارتے ہو وہ ایک پرکاہ کے بھی مالک نہیں ہیں“ (سورہ فاطر آیت: ۱۳)

۲- قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي

الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍَ وَ مَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ . (سورہ سبأ آیت ۲۲)

ترجمہ: ”کہو پکارو دیکھو انہیں جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھ بیٹھے ہو وہ نہ آسمان میں ذرہ برابر کسی چیز کے مالک

۳- مَا لَهُمْ مِّنْ دُونِهِ مِّنْ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدٌ ۝

ترجمہ: ”مخلوقات کا اللہ کے سوا کوئی خبر گیر نہیں اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔“ (سورہ کہف: ۲۶)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ میں اپنی حکومت اپنے معاملات اور اختیارات میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرتا اور میرے علاوہ جنہیں لوگ پکارتے ہیں یا جن سے مراد ہیں اور حاجتیں طلب کرتے ہیں وہ ذرہ برابر کا اختیار نہیں رکھتے نہ ہی ان میں سے کوئی میرا مددگار ہے۔

اس دنیا میں انبیاء اور رسل اللہ تعالیٰ کے پیغامبر اور نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ مقرب، سب سے یادہ محبوب اور سب سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء کرام کے واقعات بیان فرمائے ہیں کہ وہ کس طرح اپنی اپنی قوم کے پاس دعوت توحید لے کر آئے اور قوم نے ان کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا، کسی کو قوم نے جلا وطن کر دیا، کسی کو قید کر دیا، کسی کو قتل کر دیا، کسی کو مارا اور پیٹا لیکن وہ خود اپنی قوم کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو توحید کی دعوت دی قوم نہ مانی بلکہ التائیہ کہا۔ فَأَتَيْنَا بِمَا تَعَدُّوْنَ إِنَّا كُنْتُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ اچھا تو لے آؤ وہ عذاب جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر اپنی بات میں سچا ہے۔ (سورہ اعراف آیت ۷۰) اس پر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ فَأَنْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ترجمہ: ”تم بھی (عذاب کا) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں (یعنی عذاب لانا میرے بس میں نہیں)۔ (سورہ اعراف آیت ۷۱) ایسا ہی معاملہ دوسرے انبیاء کرام کے ساتھ بھی پیش آتا رہا ہم یہاں اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں جن کی قوم اغلام کے مرض میں مبتلا تھی فرشتے عذاب لے کر خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے تو حضرت لوط علیہ السلام اپنی بدکردار قوم کے بارے میں سوچ کر گھبرا اٹھے کہنے لگے۔ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ترجمہ: ”یہ دن تو بڑی مصیبت کا ہے۔“ (سورہ ہود آیت ۷۷) اور اپنی قوم سے یہ درخواست کی۔

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے معاملے میں مجھے ذلیل نہ کرو کیامت میں کوئی بھلا آدمی نہیں۔“ (سورہ ہود آیت ۷۸) قوم پر آپ کی منت سماجت کا کوئی اثر نہ ہوا تو عاجز اور مجبور ہو کر یہاں تک کہہ ڈالا کہ هَوَلَاءِ بَنَاتِي اِنْ كُنْتُمْ فَعٰلِيْنَ ترجمہ: ”اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو یہ میری بیٹیاں (نکاح کے لئے) موجود ہیں (سورہ حجرات آیت ۱۷) بد بخت قوم اس پر بھی راضی نہ ہوئی تو پیغمبر کی زبان پر بڑی حسرت کے ساتھ یہ الفاظ آگئے لَوْ اَنْ لِّىْ بِكُمْ قُوَّةٌ اَوْ اَوْى اِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ترجمہ: ”اے کاش‘ میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ تمہیں سیدھا کر دیتا یا کوئی مضبوط سہارا ہوتا جس کی پناہ لیتا۔“ (سورہ ہود آیت ۸۰) حضرت لوط علیہ السلام کے اس واقعہ کو سامنے رکھئے اور پھر غور فرمائیے کہ پیغمبر کی بات کے ایک ایک لفظ سے بے بسی، بے کسی اور مجبوری کس طرح ٹپک رہی ہے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا خدائی اختیارات کا مالک کوئی شخص مہمانوں کے سامنے یوں اپنے دشمن سے منت سماجت کرنا گوارا کرتا ہے اور پھر یہ کہ کوئی صاحب اختیار اور صاحب قدرت شخص اپنی بیٹیوں کو یوں بدکردار اور بد معاش لوگوں کے نکاح میں دینا پسند کرتا ہے؟

ایک نظر سید الانبیاء سرور عالم ﷺ کی حیات طیبہ پر بھی ڈال کر دیکھئے، مسجد الحرام میں نماز پر ہتے ہوئے مشرکین نے سجدہ کی حالت میں آپ ﷺ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آکر اپنے بابا کو اس مشکل سے نجات دلائی، ایک مشرک عقبہ ابی معیط نے آپ ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر سختی سے گلا گھونٹا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑ کر آئے اور آپ ﷺ کی جان بچائی، طائف میں مشرکین نے پتھر مار مار کر اس قدر زخمی کر دیا کہ آپ کے نعلین مبارک خون سے تر بہ تر ہو گئے اور آپ ﷺ نے بالاخر شہر سے باہر ایک باغ میں پناہ لی، طائف سے واپسی پر مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے لئے آپ ﷺ کو ایک مشرک مطعم بن عدی کی پناہ حاصل کرنا پڑی، مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر رات کی تاریکی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا گھبرا چھوڑنا پڑا، جنگ احد میں ایک مشرک نے آپ ﷺ کو ایک پتھر مارا جس سے آپ نیچے گر گئے اور ایک نچلا دانت ٹوٹ گیا اسی جنگ میں ایک دوسرے مشرک نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر اس زور سے تلوار ماری کہ خود کی دو کڑیاں چہرے کے اندر دھنس گئیں جنہیں بعد میں صحابہ کرامؓ نے نکالا، حضرت

بذریعہ وحی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل کی گئی، آپ ﷺ پندرہ سو مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے عمرہ ادا کرنے کے لئے نکلے مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو راستے میں روک دیا آپ عمرہ نہ ادا کر سکے، بعض مشرکوں نے آپ ﷺ کو دومرتبہ دھوکہ دے کر تبلیغ اسلام کے بہانے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (جن کی مجموعی تعداد ستر سے اسی تک بنتی ہے) کو لے جا کر شہید کر دیا جس سے آپ کو شدید صدمہ پہنچا سیرت طیبہ کے ان تمام واقعات کو سامنے رکھا جائے تو ہمارے سامنے ایک ایسے انسان کی تصویر آتی ہے جو پیغمبر ہونے کے باوجود قانون الہی اور اللہ کی مشیت کے سامنے بے بس اور لاچار نظر آتا ہے، مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب وسنت کے اس موقف کی بڑی ٹھیک ٹھیک ترجمانی درج ذیل اشعار میں کی ہے۔

جہاں دار مغلوب و مقہور ہیں وال نبی اور صدیق مجبور ہیں وال

نہ پرشش ہے رحبان و احبار کی وال نہ پرواہ ہے ابرار و احرار کی وال

اب ایک طرف بزرگوں اور اولیاء کرام کے عقائد اور ان سے منسوب واقعات سامنے رکھئے اور دوسری طرف قرآنی تعلیمات اور قرآن مجید میں بیان کئے گئے انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات کو سامنے رکھئے دونوں کے تقابل سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ کہ یا تو کتاب وسنت کی تعلیمات اور انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات محض قصے اور کہانیاں ہیں جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں یا پھر بزرگوں اور اولیاء کرام کے عقائد اور ان سے منسوب واقعات سراسر جھوٹ اور من گھڑت ہیں، ان دونوں صورتوں میں سے جس کا جی چاہے راستہ اختیار کر لے، اہل ایمان کے لئے تو صرف ایک ہی راستہ ہے۔ ﴿رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾ ترجمہ: ”اے ہمارے پروردگار! جو فرمان تو نے نازل کیا ہے ہم نے اسے مان لیا اور رسول کی پیروی کی ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ (سورہ آل عمران آیت ۵۳)

دوسری دلیل اور اس کا تجزیہ:

بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بزرگان دین اور اولیاء کرام اللہ کے ہاں بلند مرتبہ رکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پیارے ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بلند و برتر تک حاصل کرنے کے لئے اولیاء کرام اور بزرگوں کا وسیلہ یا واسطہ پکڑنا بہت ضروری ہے کہا جاتا ہے کہ جس طرح دنیا میں کسی افسر اعلیٰ تک درخواست پہنچانے کے لئے مختلف سفارشوں کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنی حاجت پیش کرنے کے لئے وسیلہ پکڑنا ضروری ہے اگر کوئی شخص بلا وسیلہ اپنی حاجت پیش کرے گا تو وہ اسی طرح ناکام و نامراد رہے گا جس طرح افسر اعلیٰ کو بلا سفارش پیش کی گئی درخواست بے نیل و مرام رہتی ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ کا ذکر درج ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ﴾

ترجمہ: ”وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اپنا سرپرست بنا رکھا ہے (وہ اپنے اس فعل کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ) ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ تک ہماری رسائی کرا دیں۔ (سورہ زمر آیت ۳)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منسوب درج ذیل اقتباس اسی عقیدے کی ترجمانی کرتا ہے ”جب بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگو میرے وسیلہ سے مانگو تاکہ مراد پوری ہو اور فرمایا کہ جو کسی مصیبت میں میرے وسیلے سے مدد چاہے اس کی مصیبت دور ہو، اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر پکارے اسے کشادگی حاصل ہو، جو میرے وسیلے سے اپنی مرادیں پیش کرے تو پوری ہوں“ (۱) چنانچہ شیخ کے عقیدت مند ان الفاظ سے دعا مانگتے ہیں۔ ”الہی بحرمة غوث الثقلین اقض حاجتی“ (یعنی اے اللہ دونوں جہان کے فریادرس، عبدالقادر جیلانیؒ کے صدقے میری حاجت پوری فرما) جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں ”اولیاء سے مدد مانگنا انہیں پکارنا ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع اور شئی مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف۔“ (۲)

وسیلہ پکڑنے کے سلسلہ میں حضرت جنید بغدادی کا درج ذیل واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ یا اللہ یا اللہ کہہ کر دریا عبور کر گئے لیکن مرید سے کہا کہ یا جنید یا جنید کہہ کر چلا آ، پھر

شیطان لعین نے اس (مرید) کے دل میں وسوسہ ڈالا کیوں نہ میں بھی یا اللہ کہوں جیسا کہ پیر صاحب کہتے ہیں یا اللہ کہنے کی دیر تھی کہ ڈوبنے لگا پھر جنید کو پکارا جنید نے کہا ”وہی کہہ یا جنید یا جنید“ جب پار لگا تو پوچھا ”حضرت! یہ کیا بات ہے؟ فرمایا ”اے ناداں! ابھی جنید تک تو پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے (۱)۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بزرگان دین اور اولیاء کرام کا وسیلہ اور واسطہ پکڑنے کا عقیدہ صحیح ہے یا غلط، یہ دیکھنے کے لئے ہم کتاب و سنت سے رجوع کریں گے تاکہ معلوم کریں گے کہ شریعت کی عدالت اس بارے میں کیا فیصلہ کرتی ہے، پہلے قرآن مجید کی چند آیات ملاحظہ ہوں۔

۱- وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ .

ترجمہ: تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ (سورہ مؤمن آیت ۶۰)

۲- وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ .

ترجمہ: اے نبی، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۶)

۳- إِنَّ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ .

ترجمہ: میرا رب قریب بھی ہے اور جواب دینے والا بھی۔ (سورہ ہود آیت ۶۱)

مذکورہ بالا آیتوں سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

اولاً۔ اللہ تعالیٰ بلا استثناء اپنے تمام بندوں، نیکوکاروں یا گنہگار، پرہیزگار ہوں یا خطا کار ہوں، عالم ہوں یا جاہل، مرشد ہوں یا مرید، امیر ہوں یا غریب، مرد ہوں یا عورت، سب کو یہ حکم دے رہا ہے کہ تم مجھے براہ راست پکارو مجھ ہی سے اپنی حاجتیں اور مرادیں طلب کرو مجھ ہی سے دعائیں اور فریاد کرو۔

ثانیاً۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کے بالکل قریب ہے (اپنے علم اور قدرت کے ساتھ) لہذا ہر شخص خود اللہ کے حضور اپنی درخواستیں اور حاجتیں پیش کر سکتا ہے اس سے اپنا غم اور دکھڑا بیان کر سکتا ہے چاہے تو رات کی

تاریکیوں میں، چاہے تو دن کے اجالوں میں، چاہے بند کمروں کی تنہائیوں میں، چاہے تو مجمع عام میں، چاہے تو سفر میں، چاہے تو جنگلوں میں، چاہے تو صحراؤں میں، چاہے تو سمندروں میں، چاہے تو فضاؤں میں، جب چاہے جہاں چاہے، اسے پکار سکتا ہے، اس سے بات چیت کر سکتا ہے کیونکہ وہ ہر شخص کی رگ گردن سے بھی قریب ہے

ثالثاً۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کی دعاؤں اور فریادوں کا جواب کسی وسیلہ یا واسطہ کے بغیر خود دیتا ہے، غور فرمائیے جو حاکم وقت رعایا کی درخواستیں خود وصول کرنے کے لئے چوبیس گھنٹے اپنا دربار عام کھلا رکھتا ہو اور ان پر فیصلے بھی خود ہی صادر فرماتا ہو اس کے حضور درخواستیں پیش کرنے کے لئے وسیلہ اور واسطے تلاش کرنا سراسر جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

رسول اکرم ﷺ سے احادیث میں جتنی بھی دعائیں مروی ہیں ان میں سے کوئی ایک ضعیف سے ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں ملتی جس میں آپ ﷺ نے اللہ سے کوئی حاجت طلب کرتے ہوئے یا دعا مانگتے ہوئے انبیاء کرام حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وسیلہ یا واسطہ بنایا ہو اسی طرح آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی کوئی ایسی روایت یا واقعہ ثابت نہیں جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دعا مانگتے ہوئے سید الانبیاء سرور عالم ﷺ کو وسیلہ یا واسطہ بنایا ہو اگر وسیلہ یا واسطہ پکڑنا جائز ہوتا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر افضل اور اعلیٰ وسیلہ کوئی نہیں ہو سکتا جس کام کو رسول اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار نہیں فرمایا آج اسے اختیار کرنے کا جواز کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے حضور رسائی حاصل کرنے کے لئے وسیلہ اور واسطہ تلاش کرنے کی جو دنیاوی مثالیں دی جاتی ہیں آئیے لمحہ بھر کے لئے ان پر بھی غور کر لیں اور یہ دیکھیں کہ ان میں کہاں تک صداقت ہے؟

دنیا میں کسی بھی افسر بالا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے وسیلہ اور واسطہ کی ضرورت درج ذیل وجوہات کی بناء پر ہوسکتی ہے۔

۱۔ افسران بالا کے دروازے پر ہمیشہ دربان بیٹھتے ہیں جو تمام درخواست گزاروں کو اندر نہیں جانے دیتے اگر

۲۔ متعلقہ افسر اگر سائل کے ذاتی حالات اور معاملات سے آگاہ نہ ہو تب بھی وسیلے اور واسطے کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ متعلقہ افسر کو مطلوبہ معلومات فراہم کی جاسکیں جن پر وہ اعتماد کر سکے۔

۳۔ اگر افسر بالا بے رحم، بے انصاف، اور ظالم طبیعت کا مالک ہو تب بھی وسیلے اور واسطے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہیں خود سائل ہی بے انصافی اور ظلم کا شکار نہ ہو جائے۔

۴۔ اگر افسر سے ناجائز مراعات اور مفادات کا حصول مطلوب ہو (مثلاً رشوت دے کر یا کسی قریبی رشتہ دار والدین، بیوی یا اولاد وغیرہ کا دباؤ ڈالوا کر مفاصل حاصل کرنا ہو) تب بھی وسیلے اور واسطے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

یہ ہیں وہ مختلف صورتیں جن میں دنیاوی واسطوں اور وسیلوں کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے ان تمام نکات کو ذہن میں رکھئے اور پھر سوچئے کیا واقعی اللہ تعالیٰ کے ہاں دربان مقرر ہیں کہ اگر کوئی عام آدمی درخواست پیش کرنا چاہے تو اسے مشکل پیش آئے اور اگر اس کے مقرب اور محبوب آئیں تو ان کے لئے اذن عام ہو؟ کیا واقعی اللہ تعالیٰ بھی دنیاوی افسروں کی طرح اپنی مخلوق کے حالات اور معاملات سے لاعلم ہے جنہیں جاننے کے لئے اسے وسیلے یا واسطے کی ضرورت ہو؟ کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ وہ ظلم بے انصافی اور بے رحمی کا مرتکب ہو سکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہمارا ایمان یہی ہے کہ دنیاوی عدالتوں کی طرح اس دربار میں بھی رشوت یا واسطے اور وسیلے کے دباؤ سے ناجائز مراعات اور مفادات کا حصول ممکن ہے؟ اگر ان سارے سوالوں کا جواب ”ہاں“ میں ہے تو پھر قرآن مجید اور حدیث شریف میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کے بارے میں بتائی گئی ساری صفات مثلاً ”رحمن، رحیم، کریم، رؤف، ودود، سمیع، بصیر، علیم، قدیر، خبیر، مقسط وغیرہ کا مطلقاً انکار کر دیجئے اور پھر یہ بھی تسلیم کر لیجئے کہ جو ظلم و ستم، اندھیر نگری اور جنگل کا قانون اس دنیا میں رائج ہے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی وہی قانون رائج ہے اور اگر ان سوالوں کو جواب نفی میں ہے (اور واقعی نفی میں ہے) تو پھر سوچنے کے بات یہ ہے کہ مذکورہ اسباب کے علاوہ وہ کون سا سبب ہے جس کے لئے وسیلے اور واسطے کی ضرورت ہے؟

اپنے گھر بیٹھے کسی مجاز افسر کو اپنی پریشانی اور مصیبت سے آگاہ کرنا چاہے تو کیا ایسا کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، سائل اور مسئول دونوں ہی واسطے اور وسیلے کے محتاج ہیں فرض کیجئے سائل کی درخواست کسی طرح افسر مجاز تک پہنچا دی گئی کیا اب وہ افسر اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ سائل کے بیان کردہ حالات کی اپنے ذاتی علم کی بنا پر تصدیق یا تردید کر سکے؟ ہرگز نہیں انسان کا علم اس قدر محدود ہے کہ وہ کسی کے صحیح حالات جاننے کے لئے قابل اعتماد اور ثقہ گواہوں کا محتاج ہے فرض کیجئے افسر بالا اپنی انتہائی ذہانت اور فراست کے سبب خود ہی حقائق کی تہ تک پہنچ جاتا ہے تو کیا وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنے دفتر میں بیٹھے بٹھائے پچاس یا سو میل دور بیٹھے ہوئے سائل کی مشکل آسان کر دے؟ ہرگز نہیں بلکہ ایسا کرنے کے لئے بھی اسے واسطے اور وسیلے کی ضرورت ہے گویا سائل سوال کرنے کے لئے وسیلے کا محتاج ہے اور افسر مجاز مدد کرنے کے لئے واسطے اور وسیلے کا محتاج ہے یہی وہ بات ہے جو اللہ کریم نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمائی ہے ﴿ضَعْفُ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ﴾ ترجمہ: مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی وہ بھی کمزور (سورۃ حج آیت ۷۳) اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی صفات اختیارات اور قدرت کاملہ کا حال تو یہ ہے کہ ساتوں زمینوں کے نیچے پتھر کے اندر موجود چھوٹی سی چیونٹی کی پکار بھی سن رہا ہے اس کے حالات کا پورا علم رکھتا ہے اور کھربوں میل دور بیٹھے بٹھائے کسی وسیلے اور واسطے کے بغیر اس کی ساری ضرورتیں اور حاجتیں بھی پوری کر رہا ہے پھر آخر اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرت کے ساتھ انسانوں کی صفات اور قدرت کو کونسی نسبت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دنیاوی مثالیں دی جائیں اور وسیلے یا واسطے کا جواز ثابت کیا جائے؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں تمام دنیاوی مثالیں محض شیطانی فریب ہیں، وسیع قدرتوں اور لامحدود صفات کے مالک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات بابرکات کے معاملات کو انتہائی محدود و قلیل اور عارضی اختیارات کے مالک انسانوں کے معاملات پر محمول کرنا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے افسران بالا کی مثالیں دینا اللہ کی جناب میں بہت بڑی توہین اور گستاخی ہے جس سے خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان الفاظ میں منع فرمایا ہے ”فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“ ترجمہ۔ لوگو! اللہ تعالیٰ

پس حاصل کلام یہ ہے کہ نہ تو کتب و سنت کی رو سے وسیلہ اور واسطہ پکڑنا جائز ہے نہ ہی عقل انسانی اس کی تائید کرتی ہے۔ ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ“ ترجمہ: ”پس اللہ تعالیٰ پاک اور بالاتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں“۔ (سورہ قصص، آیت ۶۸)

تیسری دلیل اور اس کا تجزیہ

بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اولیاء کرام چونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے بلند مرتبہ اور مقرب ہوتے ہیں لہذا ان کا اللہ کے ہاں بڑا اثر و رسوخ ہے اگر نذر و نیاز دے کر انہیں خوش کر لیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کر کے ہمیں بخشوالیس گے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس عقیدے کا ظہار ان الفاظ میں یہ کیا ہے۔

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْصُرُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شَفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾

ترجمہ: ”یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں“۔ (سورہ یونس آیت ۱۸)

ایک بزرگ جناب خلیل برکاتی صاحب نے اس عقیدہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے ”بے شک اولیاء اور فقہاء اپنے پیروکاروں کی شفاعت کرتے ہیں اور ان کی نگہبانی کرتے ہیں جب ان کی روح نکلتی ہے، جب منکر نکیر ان سے سوال کرتے ہیں، جب ان کا حشر ہوتا ہے، جب ان کا اعمال نامہ کھلتا ہے، جب ان سے حساب لیا جاتا ہے، جب ان کے عمل ملتے ہیں، جب وہ پل صراط پر چلتے ہیں، ہر وقت ہر حال میں ان کی نگہبانی کرتے ہیں کسی جگہ ان سے غافل نہیں ہوتے“ (۱)۔

شفاعت کے سلسلے میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک واقعہ قارئین کی دلچسپی کے لئے ہم یہاں نقل کر رہے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ کے نزدیک اولیاء کرام کس قدر صاحب اختیار اور صاحب شفاعت ہوتے ہیں واقعہ درج ذیل ہے۔

”جب شیخ عبدالقادر جیلانی جہان فانی سے عالم جاودانی میں تشریف لے گئے تو ایک بزرگ کو خواب میں بتایا کہ منکر نکیر نے جب مجھ سے مَنْ رُبُّکَ (یعنی تیرا رب کون ہے) پوچھا تو میں نے کہا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ پہلے سلام اور مصافحہ کرتے ہیں چنانچہ فرشتوں نے نادم ہو کر مصافحہ کیا تو شیخ عبدالقادر جیلانی نے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لئے اور کہا کہ تخلیق آدم کے وقت تم نے ﴿أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا﴾ ترجمہ ”کیا تو پیدا کرتا ہے اسے جو زمین میں فساد برپا کرے“ کہہ کر اپنے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے زیادہ سمجھنے کی گستاخی کیوں کی نیز تمام بنی آدم کی طرف فساد اور خوں ریزی کی نسبت کیوں کی؟ تم میرے ان سوالوں کا جواب دو گے تو چھوڑوں گا ورنہ نہیں، منکر نکیر ہکا بکا ایک دوسرے کا منہ تنکنے لگے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی مگر اس دلاور یکتائے میدان جبروت اور غوث بحر لاہوت کے سامنے قوت ملکوتی کیا کام آتی، مجبوراً فرشتوں نے عرض کیا حضور! یہ بات سارے فرشتوں نے کہی تھی لہذا آپ ہمیں چھوڑیں تاکہ باقی فرشتوں سے پوچھ کر جواب دیں حضرت غوث الثقلین رحمہ اللہ نے ایک فرشتے کو چھوڑا دوسرے کو پکڑ رکھا، فرشتے نے جا کر سارا حال بیان کیا تو سب فرشتے اس سوال کے جواب سے عاجز رہ گئے تب باری تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ میرے محبوب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خطا معاف کراؤ، جب تک وہ معاف نہ کرے گا رہائی نہ ہوگی، چنانچہ فرشتے محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر خواہ ہوئے، حضرت صمدیت (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف سے بھی شفاعت کا اشارہ ہوا، اس وقت حضرت غوث اعظم نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی اے خالق کل! رب اکبر! اپنے رحم و کرم سے میرے مریدین کو بخش دے اور ان کو منکر نکیر کے سوالوں سے بری فرما دے تو میں ان فرشتوں کا قصور معاف کرتا ہوں، فرمان الہی پہنچا کہ میرے محبوب! میں نے تیری دعا قبول کی فرشتوں کو معاف کر، تب جناب غوثیت مآب نے فرشتوں کو چھوڑا اور وہ عالم ملکوت کو چلے گئے (۱) (ملخصاً)

غور فرمائیے اس واقعہ میں اولیاء کرام کے باختیار ہونے، اولیاء کرام کا وسیلہ پکڑنے اور اولیاء کرام کو

اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بنانے کے عقیدے کی کس قدر بھرپور ترجمانی کی گئی ہے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء کرام جب چاہیں سفارش کر کے اللہ تعالیٰ سے بخشوا سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان کی سفارش کے برعکس مجال انکار نہیں بلکہ اس واقع سے اندازہ ہوتا ہے کہ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کو سفارش ماننے پر مجبور بھی کر سکتے ہیں۔

آئیے ایک نظر قرآنی تعلیمات پر ڈال کر دیکھیں کیا اللہ کے حضور اس نوعیت کی سفارش ممکن ہے یا نہیں؟ سفارش سے متعلق چند قرآنی آیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ .

ترجمہ: ”کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے“۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۵۵)

۲۔ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ .

ترجمہ: ”وہ فرشتے کسی کے حق میں سفارش نہیں کرتے سوائے اس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ تعالیٰ راضی ہو۔“ (سورہ انبیاء آیت ۲۸)

۳۔ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا .

ترجمہ: ”کہو سفارش ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے“ (سورہ زمر آیت ۴۴)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کی جو حدود و قیود بیان کی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔

اولاً۔ سفارش صرف وہی شخص کر سکے گا جسے اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کی اجازت دے گا۔

ثانیاً۔ سفارش صرف اسی شخص کے حق میں ہو سکے گی جس کے لئے اللہ تعالیٰ سفارش کرنا پسند فرمائے گا۔

ثالثاً۔ سفارش کی اجازت دینے یا نہ دینے، قبول کرنے یا نہ کرنے کا سارا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

قرآن مجید کی ان مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے قیامت کے دن انبیاء و صلحاء اللہ تعالیٰ سے

سفارش کرنے کی اجازت کیسے حاصل کریں گے اور پھر یہ سفارش کا طریقہ کیا ہوگا اس کا اندازہ بخاری و مسلم کی

طویل حدیث شفاعت سے کیا جاسکتا ہے جس میں رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ”قیامت کے روز لوگ

باری باری حضرت آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے خوف محسوس کرتے ہوئے سفارش سے معذرت کر دیں گے بالآخر لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے تب آپ اللہ تعالیٰ سے حاضری کی اجازت طلب کریں گے اجازت ملنے پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر پڑیں گے اور اس وقت تک سجدے میں پڑیں رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا تب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ”اے محمد (ﷺ)! سر اٹھاؤ سفارش کرو تمہاری سفارش سنی جائے گی۔“ چنانچہ رسول اکرم ﷺ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں گے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حد کے اندر سفارش کریں گے جو قبول ہوگی۔ کتاب و سنت میں جائز سفارش کی جو حدود و قیود بیان کی گئی ہیں قرآن مجید میں انبیاء کرام کے دیئے گئے واقعات ان کی تائید اور تصدیق کرتے ہیں ہم یہاں مثال کے طور پر صرف ایک پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنا چاہتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک منصب رسالت کے فرائض انجام دیتے رہے قوم پر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تو نبی کا مشرک بیٹا بھی ڈوبنے والوں میں شامل تھا جسے دیکھ کر یقیناً بوڑھے باپ کا کلیجہ کٹا ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ رب العزت کی بارگاہ میں سفارش کے لئے ہاتھ پھیلا کر عرض کیا:

﴿إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ﴾

ترجمہ: ”اے رب! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے تو سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔“ (سورہ ہود آیت ۴۵) جواب میں ارشاد ہوا۔

﴿فَلَا تَسْأَلْنِي مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعْظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ﴾

ترجمہ: ”اے نوح! جس بات کی تو حقیقت نہیں جانتا اس کی مجھ سے درخواست نہ کر، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو جاہلوں کی طرح نہ بنالے۔“ (سورہ ہود آیت ۴۶) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس تنبیہ پر حضرت نوح علیہ السلام اپنے نخت جگر کا صدمہ تو بھول ہی گئے اپنی فکر لاحق ہوگئی چنانچہ فوراً عرض پرداز ہوئے۔

﴿رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ بِهِ عِلْمٌ وَلَا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِّنَ

الْخَاسِرِينَ﴾

مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا۔“ (سورہ ہود آیت ۴۷) یوں ایک جلیل القدر پیغمبر کی اپنے بیٹے کے حق میں کی گئی سفارش بارگاہ الہی میں رد کردی گئی اور پیغمبر زادہ اپنے شرک کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہو کر رہا۔

کتاب وسنت کی تعلیمات جان لینے کے باوجود اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ہم فلاں حضرت صاحب یا پیر صاحب کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں لہذا وہ ہمیں قیامت کے روز سفارش کر کے بخشوا لیں گے تو اس کا انجام اس شخص سے کیسے مختلف ہو سکتا ہے جو اپنا کوئی جرم بخشوانے کے لئے حکومت کے کسی کارندے کو بادشاہ سلامت کے پاس اپنا سفارشی بنا کر بھیجنا چاہے جبکہ وہ کارندہ خود حاکم وقت کے جاہ و جلال سے تھر تھر کانپ رہا ہو اور سفارش کرنے سے بار بار معذرت کر رہا ہو لیکن مجرم شخص یہی کہتا چلا جائے کہ حضور! بادشاہ سلامت کے دربار میں آپ ہی ہمارے سفارشی اور حمایتی ہیں آپ ہی ہمارا وسیلہ اور واسطہ ہیں۔ تو کیا ایسے مجرم کی واقعی سفارش ہو جائے گی یا وہ خود اپنی حماقت اور نادانی کے ہاتھوں تباہ برباد ہوگا؟

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآَنِي تُؤَفَّكُونَ﴾

ترجمہ: ”اس کے سوا کوئی الہ نہیں آخر تم کہاں سے دھوکا کھا رہے ہو۔“ (سورہ فاطر، آیت ۳)



اسباب شرک

یوں تو نہ معلوم ابلیس کن کن اور کیسے کیسے دیدہ و نادیدہ طریقوں سے شب و روز اس شجرہ خبیثہ ”شرک“ کی آبیاری میں مصروف ہے، اور نہ معلوم جاہل عوام کے ساتھ ساتھ بظاہر کتنے نیک سیرت درویش، پاک طینت بزرگان دین، صاحب کشف و کرامت اولیاء عظام، ترجمان شریعت علماء کرام، ملک و قوم کے سیاسی نجات دہندگان اور خادم اسلام حکمران بھی حضرت ابلیس کے قدم بقدم اس ”کار خیر“ میں شرکت فرما رہے ہیں بقول حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ۔

فَهَلْ أَفْسَدَ الدِّينَ إِلَّا الْمُلُوكَ وَأَحْبَارُ سُوءٍ وَرُهْبَانُهَا

ترجمہ: ”کیا دین بگاڑنے والوں میں بادشاہوں، علماء اور درویشوں کے علاوہ کوئی اور بھی ہے؟“

اس لئے ایسے اسباب و عوامل کا ٹھیک ٹھیک شمار کرنا تو مشکل ہے تاہم جو اسباب شرک کی ترویج کا باعث بن رہے ہیں ان میں سے اہم ترین اسباب درج ذیل ہیں۔

(۱) جہالت، (۲) ہمارے ضم کدے (تعلیمی ادارے) (۳) دین خانقاہی (۴) فلسفہ وحدت الوجود، وحدت الشہو و اور حلول (۵) برصغیر ہندوپاک کا قدیم ترین مذہب ہندومت۔ (۶) حکمران طبقہ

۱۔ جہالت

کتاب و سنت سے لاعلمی وہ سب سے بڑا سبب ہے جو شرک کے پھلنے پھولنے کا باعث بن رہا ہے اسی جہالت کے نتیجے میں انسان آباء و اجداد اور رسم و رواج کی اندھی تقلید کا اسیر ہوتا ہے اسی جہالت کے نتیجے میں انسان ضعف عقیدہ کا شکار ہوتا ہے اسی جہالت کے نتیجے میں انسان بزرگان دین اور اولیاء کرام سے عقیدت میں غلو کا طرز عمل اختیار کرتا ہے درج ذیل واقعات اسی جہالت کے چند کرشمے ہیں۔

۱۔ دھنی رام روڈ لاہور میں تجاویزات پر جو تیر چل رہا ہے ان کی زد سے بچنے کے لئے میوہسپتال کے نزدیک ایک میڈیکل اسٹور کے منخلے مالک نے اپنے اسٹور کے بیت الخلاء پر رات کے اندھیرے میں ”شاہ عزیز اللہ“ کے

مانگتے رہے“ (۱)

۲۔ ”اختلاف امت کا المیہ“ کے مصنف حکیم فیض عالم صدیقی صاحب لکھتے ہیں ”میں آپ کے سامنے ایک واقعہ حلفیہ پیش کرتا ہوں چند روز ہوئے میرے پاس ایک عزیز رشتہ دار آئے جوشدت سے کشتہ پیری ہیں۔ میں نے باتوں باتوں میں کہا کہ فلاں پیر صاحب کے متعلق چار عاقل بالغ گواہ پیش کر دوں جنہوں نے انہیں زنا کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا ہو تو پھر ان کے متعلق کیا کہو گے؟ کہنے لگے ”یہ بھی کوئی فقیری کا راز ہوگا جو ہماری سمجھ میں نہ آتا ہوگا“ پھر ایک پیر صاحب کی شراب خوری اور بھنگ نوشی کا ذکر کیا تو کہنے لگے ”بھائی جان یہ باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں وہ بہت بڑے ولی ہیں“ (۲)

۳۔ ضلع گوجرانوالہ کے گاؤں کوٹلی کے ایک پیر صاحب (نہواں والی سرکار) کے چشم دید حالات کی رپورٹ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو ”صبح آٹھ بجے حضرت صاحب نمودار ہوئے ارد گرد (مرد و خواتین) مرید ہوئے کوئی ہاتھ باندھے کھڑا تھا کوئی سر جھکائے کھڑا تھا کوئی پاؤں پکڑ رہا تھا بعض مرید حضرت کے پیچھے پیچھے ہاتھ باندھے چل رہے تھے جبکہ پیر صاحب نے صرف ایک ڈھیلی ڈھالی لنگوٹی باندھے ہوئے تھے چلتے چلتے نہ جانے حضرت کو کیا خیال آیا کہ اسے بھی لپیٹ کر کندھے پر ڈال لیا خواتین نے جن کے محرم (بھائی بیٹے یا باپ) ساتھ تھے شرم کے مارے سر جھکا لیا لیکن عقیدت کے پردے میں یہ ساری بے عزتی برداشت کی جا رہی تھی“ (۳)

ہم نے یہ چند واقعات بطور مثال پیش کئے ہیں ورنہ اس کوچہ کے اسرار و رموز سے واقف لوگ خوب جانتے ہیں حقیقت حال اس سے کہیں زیادہ ہے، عقل و خرد کی یہ موت، فکر و نظر کی یہ مفلسی، اخلاق و کردار کی یہ پستی، عزت نفس اور غیرت انسانی کی یہ رسوائی، ایمان اور عقیدے کی یہ جان کنی کتاب و سنت سے لاعلمی اور جہالت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟

۲۔ ہمارے صنم کدے

کسی ملک کے تعلیمی ادارے اس قوم کا نظریہ اور عقیدہ بنانے یا بگاڑنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں ہمارے ملک اور قوم کی یہ بد نصیبی ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں دی جانے والی تعلیم ہمارے دین کی بنیاد عقیدہ توحید سے کوئی مطابقت نہیں رکھتی اس وقت ہمارے سامنے دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں، اور آٹھویں جماعت کی اردو کی کتب موجود ہیں جن میں حضرت علی علیہ السلام حضرت فاطمہ علیہا السلام (۴) حضرت داتا گنج بخشؒ حضرت بابا فرید شکر گنجؒ حضرت سخی سرورؒ حضرت سلطان باہوؒ حضرت پیر بابا کوہستانیؒ اور حضرت بہاؤ الدین زکریا پر مضامین لکھے گئے ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر لکھے گئے مضمون کے آخر میں جنت البقیع (مدینہ کا قبرستان) کی ایک فرضی تصویر دے کر نیچے یہ فقرہ تحریر کیا گیا ”جنت البقیع (مدینہ منورہ) جہاں اہل بیت کے مزار ہیں۔۔۔۔۔ جن لوگوں نے جنت البقیع دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ سارے قبرستان میں ”مزار“ تو کیا کسی قبر پر پکی اینٹ بھی نہیں رکھی گئی ”اہل بیت کے مزار“ لکھ کر مزار کو نہ صرف تقدس اور احترام کا درجہ دیا گیا ہے بلکہ اسے سند جواز بھی مہیا کیا گیا ہے ان سارے مضامین کو پڑھنے کے بعد دس بارہ سال کے خالی الذہن بچے پر جو اثرات مرتب ہو سکتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ بزرگوں کے مزار اور مقبرے تعمیر کرنا، ان پر عرس اور میلے لگانا، ان کی زیارت کرنا نیکی اور ثواب کا کام ہے۔
۲۔ بزرگوں کے عرسوں میں ڈھول تاشے بجانا، رنگ دار کپڑے کے جھنڈے اٹھا کر چلنا بزرگوں کی عزت اور احترام کا باعث ہے۔

۳۔ بزرگوں کے مزاروں پر پھول چڑھانا، فاتحہ پڑھنا، چراغاں کرنا، کھانا تقسیم کرنا اور وہاں بیٹھ کر عبادت کرنا نیکی اور ثواب کا کام ہے۔

۴۔ مزاروں اور مقبروں کے پاس جا کر دعا کرنا قبولیت دعا کا باعث ہے۔

(۴) یاد رہے کہ علمائے جمہور کے نزدیک انبیاء کرام کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھنا چاہئے اور صحابہ کرام کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا چاہئے متذکرہ بالا

مضمون میں حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسینؑ اور حضرت حسینؑ کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھا گیا ہے جو کتب صحیح نہیں

۵۔ فوت شدہ بزرگوں کے مزاروں سے فیض حاصل ہوتا ہے اور اس ارادے سے وہاں جانا کارِ ثواب ہے۔

اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک کے کلیدی عہدوں پر جو لوگ فائز ہوتے ہیں وہ عقیدہ توحید کی اشاعت یا تنفیذ کے مقدس فریضہ کو سرانجام دینا تو درکنار، شرک کی اشاعت اور اس کی ترویج کا باعث بنتے ہیں چند تلخ حقائق ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) صدر ایوب خاں ایک ننگے پیر (بابا لال شاہ) کے مرید تھے جو مری کے جنگلات میں رہا کرتا تھا اور اپنے معتقدین کو گالیاں بکتا تھا اور پتھر مارتا تھا اس وقت کی آدھی کا مینہ اور ہمارے بہت سے جرنیل بھی اس کے مرید تھے۔ (۱)

(۲) ہمارے معاشرے میں ”جسٹس“ کو جو مقام اور مرتبہ حاصل ہے اس سے ہر آدمی واقف ہے محترم جسٹس محمد الیاس صاحب، حضرت سید کبیر الدین المعروف شاہد ولہ (گجرات) کے بارے میں ایک مضمون لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں ”آپ کا مزار اقدس شہر کے وسط میں ہے اگر دنیا میں نہیں تو برصغیر پاک و ہند میں یہ واحد بلند ہستی ہیں جن کے دربار پر انوار پر انسان کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ جن کے ہاں اولاد نہ ہو وہ آپ کے دربار مبارک پر حاضر ہوتے ہیں اور اولاد کے لئے دعا کرتے ہیں ساتھ ہی یہ منت مانتے ہیں کہ جو پہلی اولاد ہوگی وہ ان کی نذر کی جائے گی اس جو اولین بچہ پیدا ہوتا ہے اسے عرف عام میں ”شاہد ولہ“ کا چوہا کہا جاتا ہے اس بچے کو بطور نذرانہ دربار اقدس میں چھوڑ دیا جاتا ہے اور پھر اس کی نگہداشت دربار شریف کے خدام کرتے ہیں بعد میں جو بچے پیدا ہوتے ہیں وہ عام بچوں کی طرح تندرست ہوتے ہیں روایت ہے کہ اگر کوئی شخص متذکرہ بالا منت مان کر پوری نہ کرے تو پھر اولین بچے کے بعد پیدا ہونے والے بچے بھی پہلے بچے کی طرح ہوتے ہیں“ (۲)

(۳) جناب جسٹس عثمان علی شاہ صاحب مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایک انتہائی اعلیٰ اور اہم منصب ”وفاقی محتسب اعلیٰ“ پر فائز ہیں ایک انٹرویو میں انہوں نے یہ انکشاف فرمایا ”میرے دادا بھی

فقیر تھے ان کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اگر بارش نہ ہو تو اس مست آدمی کو پکڑ کر دریا میں پھینک دو تو بارش ہو جائے گی انہیں دریا میں پھینکتے ہی بارش ہو جاتی تھی آج بھی ان کے مزار پر لوگ پانی کے گھڑے بھر بھر کر ڈالتے ہیں“ (۱)

(۴) حضرت مجدد الف ثانی ---- کے عرس شریف میں شامل ہونے والے پاکستانی وفد کے سربراہ سید افتخار الحسن ممبر صوبائی اسمبلی نے اپنی تقریر میں سرہند کو کعبہ کا درجہ دیتے ہوئے دعویٰ کیا کہ ”ہم نقشبندیوں کے لئے مجدد الف ثانی ---- کا روضہ حج کے مقام (بیت اللہ شریف) کا درجہ رکھتا ہے“ (۲)

صدر مملکت، کابینہ کے ارکان، فوج کے جرنیل، عدلیہ کے جج اور اسمبلیوں کے ممبر سبھی حضرات وطن عزیز کے تعلیمی اداروں کے سند یافتہ اور فارغ التحصیل ہیں ان کے عقیدے اور ایمان کا افلاس پکار پکار کر یہ گواہی دے رہا ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے درحقیقت علم کدے نہیں صنم کدے ہیں جہاں توحید کی نہیں شرک کی تعلیم دی جاتی ہے اسلام کی نہیں جہالت کی اشاعت ہو رہی ہے جہاں سے روشنی نہیں تاریکی پھیلائی جا رہی ہے حکیم الامت علامہ اقبال رحمہ اللہ نے ہمارے تعلیمی اداروں پر کتنا درست تبصرہ فرمایا ہے۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا کہاں سے آئے صدا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

مذکورہ بالا حقائق سے اس تصور کی بھی مکمل نفی ہو جاتی ہے کہ قبر پرستی اور پیر پرستی کے شرک میں صرف ان پڑھ، جاہل اور گنوار قسم کے لوگ مبتلا ہوتے ہیں اور پڑھے لکھے لوگ اس سے محفوظ ہیں۔

۳۔ دین خانقاہی

اسلام کے نام پر دین خانقاہی درحقیقت ایک کھلی بغاوت ہے، دین محمد ﷺ کے خلاف عقائد و افکار میں بھی اور اعمال و افعال میں بھی، امر واقعہ یہ ہے کہ دین اسلام کی جتنی رسوائی خانقاہوں، مزاروں، درباروں اور آستانوں پر ہو رہی ہے شاید غیر مسلموں کے مندروں، گرجوں اور گردواروں پر بھی نہ ہوتی ہو، بزرگوں کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا، ان کی تزئین و آرائش کرنا، ان پر چراغاں کرنا، پھول چڑھانا، انہیں غسل دینا، ان پر مجاوری کرنا، ان پر نذر و نیاز چڑھانا، وہاں کھانا اور شیرینی تقسیم کرنا، جانور ذبح کرنا، وہاں رکوع و سجود کرنا

ہاتھ باندھ کر بادب کھڑے ہونا، ان سے مرادیں مانگنا، ان کے نام کی چوٹی رکھنا، ان کے نام کے دھاگے باندھنا، ان کے نام کی دھائی دینا، تکلیف اور مصیبت میں انہیں پکارنا، مزاروں کا طواف کرنا، طواف کے بعد قربانی کرنا اور سر کے بال مونڈوانا، مزار کی دیواروں کو بوسہ دینا وہاں سے خاک شفا حاصل کرنا، ننگے قدم مزار تک پیدل چل کر جانا اور اٹے پاؤں واپس پلٹنا یہ سارے افعال تو وہ ہیں جو ہر چھوٹے بڑے مزار پر روزمرہ کا معمول ہیں اور جو مشہور اولیاء کرام کے مزار ہیں ان میں سے ہر مزار کا کوئی نہ کوئی الگ امتیازی وصف ہے مثلاً: بعض خانقاہوں پر بہشتی دروازے تعمیر کئے گئے ہیں جہاں گدی نشین اور سجادہ نشین نذرانے وصول کرتے اور جنت کی ٹکٹیں تقسیم فرماتے ہیں کتنے ہی امراء و وزراء اراکین اسمبلی، سول اور فوج کے اعلیٰ عہدیدار سر کے بل وہاں پہنچتے ہیں اور دولت دنیا کے عوض جنت خریدتے ہیں، بعض ایسی خانقاہیں بھی ہیں جہاں مناسک حج ادا کئے جاتے ہیں، مزار کا طواف کرنے کے بعد قربانی دی جاتی ہے، بال کٹوائے جاتے ہیں، اور مصنوعی آب زم زم نوش کیا جاتا ہے، بعض ایسی خانقاہیں بھی ہیں جہاں نومولود معصوم بچوں کے چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں، بعض ایسی خانقاہیں بھی ہیں جہاں کنواری دوشیزائیں خدمت کے لئے وقف کی جاتی ہیں۔ بعض ایسی خانقاہیں ہیں جہاں اولاد سے محروم خواتین ”نوراتا“ بسر کرنے جاتی ہیں (۱) انہی خانقاہوں میں سے بیشتر بھنگ، چرس، افیون، گانجا اور ہیروئن جیسی منشیات کے کاروباری مراکز بنی ہوئی ہیں، بعض خانقاہوں میں فحاشی بدکاری اور ہوس پرستی کے اڈے بھی بنے ہوئے ہیں (۲) بعض خانقاہیں مجرموں اور قاتلوں کی محفوظ پناہ گاہ ہیں تصور کی جاتی ہیں

(۱) ملتان کے علاقہ میں ایسی بہت سی خانقاہیں ہیں جہاں بے اولاد خواتین نوراتوں کے لئے جا کر قیام کرتی ہیں اور صاحب مزار کے حضور نذر و نیاز پیش کرتی ہیں، مجاہدوں کی خدمت اور سیوا کرتی ہیں اور یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ اس طرح صاحب مزار انہیں اولاد سے نواز دے گا، عرف عام میں اسے نوراتا کہا جاتا ہے۔

(۲) ویسے تو اخبارات میں آئے دن مزاروں اور خانقاہوں پر پیش آنے والے المناک واقعات لوگوں کی نظروں سے گزرتے ہی رہتے ہیں ہم یہاں مثال کے طور پر صرف ایک خبر کا حوالہ دینا چاہتے ہیں جو روزنامہ ”خبریں“ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی ہے وہ یہ کہ ضلع بہاولپور میں خواجہ حکیم الدین میرائی کے سالانہ عرس پر آنے والی بہاولپوری یونیورسٹی کی دو طالبات کو سجادہ نشین کے بیٹے نے اغوا کر لیا

ان خانقاہوں کے گدی نشینوں اور مجاوروں کے حجروں میں جنم لینے والی حیاء سوز داستانیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے ان خانقاہوں پر منعقد ہونے والے سالانہ عرسوں میں مردوں، عورتوں کا کھلے عام اختلاط، عشقیہ اور شرکیہ مضامین پر مشتمل قوالیاں (۱) ڈھول ڈھمکے کے ساتھ نوجوان ملنگوں اور ملنگنیوں کی دھمالیں، کھلے بالوں کے

(۱) قوالی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے اولیاء کرام نے قوالی کا سہارا لیا اور یوں برصغیر میں قوالی اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ بنی، نامور قوال نصرت فتح علی خان نے اپنے انٹرویو میں دعویٰ کیا ہے کہ اسپین، فرانس اور دوسرے بہت سے ممالک میں لاتعداد لوگ ہماری قوالی سننے کے بعد مسلمان ہو گئے (نوائے وقت فیملی میگزین ۱۲ تا ۱۸ مئی ۱۹۹۲) چنانچہ ہم نے چند نامور قوالوں کے کیسٹ حاصل کر کے سننے جن کے بعض حصے بطور نمونہ یہاں نقل کئے جا رہے ہیں، ان قوالیوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قوالیوں کے ذریعہ اولیاء کرام کس قسم کے اسلام کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے اور آج اگر لاتعداد لوگ مغربی ممالک میں قوالیاں سن کر واقعی مسلمان ہوئے ہیں تو وہ کس قسم کے مسلمان ہوئے ہیں۔

m ابن زہرہ کو بنایا گیا اولیاء انبیاء کو بلایا گیا مرجبا، مرجبا، مرجبا
جاگنے کو مقدر ہے انسان کا عرس ہے آج محبوب سبحان کا
m ہر طرف آج رحمت کی برسات ہے، آج کھلنے پر قفل مہمات ہے
ہر سو جلوہ آرائی ذات ہے، کوئی بھرنے پہ کفکول حاجات ہے
m وحدت، وحدت، وحدت، وحدت وحدت وحدت
تیرے خزانہ میں سوائے وحدت کے کیا رکھا ہے ؟
m مظہر ذات رب قدیر آپ ہیں، دستگیر آپ ہیں
شاہ بغداد پیران پیر آپ ہیں، دستگیر آپ ہیں
m پوری سرکار سب کی تمنا کرو
ہر بھکاری کی داتا جی جھولی بھرو
m کسے شے دی نہیں داتا کول تھوڑا اے، پوری کرداں سوالیاں دی لوڑا اے
گل جھوٹ نہیں اللہ دی سونہ میری، توں سچے دلوں دیکھ منگ کے
بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ساتھ عورتوں کے رقص، طوائفوں کے مجرے، ٹھیٹر اور فلموں کے مظاہر عام نظر آتے ہیں۔ دین خانقاہی کی انہی رنگ رلیوں اور عیاشیوں کے باعث گلی گلی، محلے محلے گاؤں گاؤں، شہر شہر، نئے مزار تعمیر ہو رہے ہیں۔

رحیم یار خان (ضلع پنجاب پاکستان) میں دین خانقاہی کے علمبرداروں نے پیشہ وراہرین آثار قدیمہ سے بھی زیادہ مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے چودہ سو سال بعد رائجے خاں کی بستی کے قریب بربل سڑک ایک صحابی رسول ﷺ کی قبر تلاش کر کے اس پر نہ صرف مزار تعمیر کر ڈالا بلکہ ”صحابی رسول خیر بن ربیع کا روضہ مبارک“ کا بورڈ لگا کر اپنا کاروبار بھی شروع کر دیا ہے (۱) گزشتہ چند سالوں سے ایک نئی رسم دیکھنے میں آرہی ہے وہ یہ کہ اپنی خانقاہوں کی رونق بڑھانے کے لئے بزرگوں کے مزارات پر رسول اکرم ﷺ کے اسم مبارک سے عرس منعقد کئے جانے لگے ہیں۔ مسلمانوں کی اس حالت زار پر آج علامہ اقبال رحمہ اللہ کا یہ تبصرہ کس قدر درست ثابت ہو رہا ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے

m دل گناہ گار کا نہیں توڑدا ، خالی داتا کدے دی نہیں موڑدا
جھولی بھر دے گا مراداں نال تیری توں ، سچے دلوں دیکھ منگ کے
علی ساڈے دلا وچ ، علی ساڈے ساہواں وچ ، علی ساڈے آسے پاسے علی اے نگاہواں وچ
علی داں ملنگ میں تے علی دا منگ میں تے علی دا ملنگ
m ہاڑاں تے طوفاناں وچ کنارا مولا علی اے دکھیاں دے دلاں دا سہارا مولا علی اے
علی داں ملنگ میں تے علی دا منگ میں تے علی دا ملنگ
m نظر کرم دی کردہ سوہنا ، خالی جھولیاں بھر دا سوہنا
m جیہڑا وی ایہہ ورد پکندا ، مرشد بیڑی پار لگاندا
علی مولا علی مولا علی مولا دم علی علی علی دم علی علی علی
m جنہاں جنہاں کرئی پہچان مولا علی دی ، اوہناں تائیں مل گئی امان مولا علی دی
دم علی دم علی دم علی مولا علی مولا علی مولا علی

ہونکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

دین خائفائی کی تاریخ میں یہ دلچسپ اور انوکھا واقعہ بھی پایا جاتا ہے کہ ایک بزرگ شیخ حسین لاہور (سنہ ۱۰۵۲ھ) ایک خوبصورت برہمن لڑکے ”مادھولال“ پر عاشق ہو گئے، پرستاران اولیاء کرام نے ”دونوں بزرگوں کا مزار شمالی مارباغ لاہور کے دامن میں تعمیر کر دیا جہاں ہر سال ۸ جمادی الثانی کو دونوں بزرگوں کے مشترک نام ”مادھولال حسین“ سے بڑی دھوم دھام سے عرس منعقد کرایا جاتا ہے، جسے زندہ دلان لاہور عرف عام میں میلہ چراغاں کہتے ہیں۔ ”حضرت مادھولال“ کے دربار پر کندہ کتبہ بھی بڑا انوکھا اور منفرد ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ”مزار پر انوار مرکز فیض و برکات، راز حسن کا امین، معشوق محبوب نازنین، محبوب الحق، حضرت شیخ مادھو قادری لاہوری“ یوں تو یہ مزار اور مقبرے تعمیر ہی عرسوں کے لئے کئے جاتے ہیں، چھوٹے چھوٹے قبضوں اور دیہاتوں میں نہ معلوم کتنے ایسے عرس منعقد ہوتے ہیں جو کسی گنتی اور شمار میں نہیں آتے، لیکن جو عرس ریکارڈ پر موجود ہیں ان پر ایک نظر ڈالئے اور اندازہ کیجئے کہ دین خائفائی کا کاروبار کس قدر وسعت پذیر ہے، اور حضرت ابلیس نے جاہل عوام کو کی اکثریت کو کس طرح اپنے شکنجوں میں جکڑ رکھا ہے۔ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں ایک سال کے اندر ۶۳۴ عرس شریف منعقد ہوتے ہیں گویا ایک مہینے میں ۵۳ یا دوسرے الفاظ میں روزانہ ۶.۷ یعنی پونے دو عرس منعقد ہوتے ہیں جو عرس ریکارڈ پر نہیں یا جن کا اجراء دوران سال ہوتا ہے ان کی تعداد بھی شامل کی جائے تو یقیناً یہ تعداد دو عرس یومیہ سے بڑھ جائے گی (۱) ان اعداد و شمار کے مطابق مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سرزمین پر اب ایسا کوئی سورج طلوع نہیں ہوتا جب یہاں عرسوں کے ذریعے شرک و بدعت کا بازار گرم کر کے اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب کو دعوت نہ دی جاتی ہو۔ (العیاذ باللہ)

عرسوں کا جدول اور تفصیل اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے

پاکستان بھر میں منعقد ہونے والے عرسوں کی تفصیل

قمری مہینوں میں عرسوں کی تعداد:

محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاول	جمادی الثانی	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذو القعدہ	ذو الحجہ
۴۱	۲۴	۴۰	۱۸	۲۴	۵۰	۴۴	۶۰	۳۹	۲۱	۲۲	۳۸

قمری مہینوں میں عرسوں کی تعداد: ۴۳۹ بنتی ہے۔

عیسوی مہینوں میں عرسوں کی تعداد:

جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر
۸	۲	۱۵	۷	۱۱	۱۱	۵	۳	۶	۷	۹	۴

عیسوی مہینوں میں عرسوں کی تعداد: ۸۸ بنتی ہے۔

بکری مہینوں میں عرسوں کی تعداد:

پوہ	ماگھ	پھگن	چیت	بیساکھ	جیٹھ	ہاڑھ	ساون	بھادوں	اسوج	کاتک	مگھر
۳	۳	۳	۲۵	۵	۱۷	۲۲	۴	۲	۹	۸	۶

بکری مہینوں میں عرسوں کی تعداد: ۱۰۷ بنتی ہے۔

قمری، عیسوی اور بکری مہینوں کے حساب سے سال بھر میں منعقد ہونے والے عرسوں کی کل تعداد : ۶۳۴

عرسوں کے انعقاد میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ سلسلہ دوران رمضان المبارک بھی پورے زور و شور سے جاری رہتا ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دین خانقاہی میں اسلام کے بنیادی فرائض کا کس قدر احترام پایا جاتا ہے؟ یاد رہے رمضان المبارک کے روزوں کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ ”نبی

اکرم ﷺ نے روزہ خوروں کو جہنم میں اس حالت میں دیکھا کہ اٹے لٹکے ہوئے ہیں ان کے منہ چیرے ہوئے

ہیں جن سے خون بہہ رہا ہے۔“ (ابن خزمیہ) ہندوستان کے ایک مشہور صوفی بزرگ حضرت بوعلی قلند کا عرس شریف بھی اسی مبارک مہینے (۱۳ رمضان) میں پانی پت کے مقام پر منعقد ہوتا ہے دین خانقاہی میں رمضان کے علاوہ باقی فرائض کا کتنا احترام پایا جاتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صوفیاء کے نزدیک تصورش (تصور شیخ یہ ہے کہ دوران نماز اپنے مرشد کا تصور ذہن میں قائم کیا جائے) کے بغیر ادا کی گئی نماز ناقص ہوتی ہے حج کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مرشد کی زیارت حج بیت اللہ سے افضل ہے۔ دین اسلام کے فرائض کے مقابلے میں دین خانقاہی کے علمبردار کا نقاہوں، مزاروں، درباروں اور آستانوں کو کیا مقام اور مرتبہ دیتے ہیں اس کا اندازہ خانقاہوں میں لکھے گئے کتبوں یا اولیاء کرام کے بارے میں عقیدتمندوں کے لکھے ہوئے اشعار سے لگایا جاسکتا ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

- ۱ مدینہ بھی مطہر ہے مقدس ہے علی پور
ادھر جائیں تو اچھا ہے ادھر جائیں تو اچھا ہے
- ۲ مخدوم کا حجرہ بھی گلزار مدینہ ہے
یہ گنج فریدی کا انمول گنبد ہے
- ۳ دل تڑپتا ہے جب روضے کی زیارت کے لئے
پاک پتھر تیرے حجرے کو میں چوم آتا ہوں
- ۴ آرزو ہے کہ موت آئے تیرے کوچے میں
ریشم جنت تیرے کلیں کی گلی پاتا ہوں
- ۵ چاچڑ وانگ مدینہ دسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر دے وچ پیر فریدن تے باطن دے وچ اللہ

ترجمہ: چاچڑ (جگہ کا نام) مدینہ کی طرح ہے اور کوٹ مٹھن (جگہ کا نام) بیت اللہ شریف کی طرح ہے ہمارا مرشد پیر فرید ظاہر میں تو انسان ہے لیکن باطن میں اللہ ہے۔

سید علاؤ الدین احمد صابری کلیری کے حجرہ شریف (پاک پتن) پر یہ عبارت کندہ ہے ”سلطان الاولیاء قطب عالم، غوث الغیث، ہشت دہ ہزار عالمین (ولیوں کا بادشاہ، سارے جہان کا قطب، اٹھارہ ہزار جہانوں کے فریاد رسوں کا سب سے بڑا فریاد رس)۔ حضرت لال حسین لاہور کے مزار پر ”غوث الاسلام والمسلمین“ (اسلام اور مسلمانوں کا فریاد رس) کا کتبہ لگا ہوا ہے، سید علی ہجویری کے مزار پر لگایا گیا کتبہ قرآنی آیات کی طرح عرسوں میں پڑھا جاتا ہے ”گنج بخش، فیض عالم، مظہر نور خدا (خزانے عطا کرنے والا، ساری دنیا کو فیض پہنچانے والا، خدا کے نور کے ظہور کی جگہ)

غور فرمائیے جس دین میں توحید، رسالت، نماز، روزے اور حج کے مقابلے میں پیروں، بزرگوں، عرسوں، مزاروں اور خانقاہوں کو یہ تقدس اور مرتبہ حاصل ہو وہ دین محمد ﷺ سے بغاوت نہیں تو اور کیا ہے شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ نے ارمغان حجاز کی ایک طویل نظم ”ابلیس کی مجلس شوریٰ“ میں ابلیس کے خطاب کی جو تفصیل لکھی ہے اس میں ابلیس مسلمانوں کو دین اسلام کا باغی بنانے کے لئے اپنی شوری کے ارکان کو جو ہدایت دیتا ہے ان میں سب سے آخری ہدایت دین خانقاہی پر بڑا جامع تبصرہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہ میں اسے
پختہ تر کرد مزارِ خانقاہی میں اسے

ہمارے جائزے کے مطابق تذکرہ بالا ۳۶۴ خانقاہوں یا آستانوں میں سے بیشتر گدیاں ایسی ہیں جو وسیع و عریض جاگیروں کے مالک ہیں صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی حتیٰ کہ سینیٹ میں بھی ان کی نمائندگی موجود ہوتی ہے۔ صوبائی اور قومی اسمبلی کی نشستوں میں ان کے مقابل کوئی دوسرا آدمی کھڑا ہونے کی جرات نہیں کر سکتا۔

کتاب و سنت کے نفاذ کے علمبرداروں اور اسلامی انقلاب کے داعیوں نے اپنے راستے کے اس سنگ گراں کے بارے میں بھی کبھی سنجیدگی سے غور کیا ہے؟

۴۔ فلسفہ وحدت الوجود، وحدت الشہود اور حلول

بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انسان عبادت اور ریاضت کے ذریعے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے

کہ اسے کائنات کی ہر چیز میں اللہ نظر آنے لگتا ہے یا وہ ہر چیز کو اللہ کی ذات کا جزء سمجھنے لگتا ہے، تصوف کی اصطلاح میں اس عقیدہ کو وحدت الوجود کہا جاتا ہے، عبادت اور ریاضت میں مزید ترقی کرنے کے بعد انسان کی ہستی اللہ کی ہستی میں مدغم ہو جاتی ہے اور وہ دونوں (خدا اور انسان) ایک ہو جاتے ہیں، اس عقیدے کو وحدت الشہود یا ”فنا فی اللہ“ کہا جاتا ہے، عبادت اور ریاضت میں مزید ترقی سے انسان کا آئینہ دل اس قدر لطیف اور صاف ہو جاتا ہے کہ اللہ کی ذات خود اس انسان میں داخل ہو جاتی ہے جسے حلول کہا جاتا ہے۔

غور کیا جائے تو ان تینوں اصطلاحات کے الفاظ میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہے لیکن نتیجہ کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں اور وہ یہ کہ ”انسان اللہ کی ذات کا جزء اور حصہ ہے“ یہ عقیدہ ہر زمانے میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہندومت کے عقیدہ ”اوتار“ بدھ مت کے عقیدہ ”نرواں“ اور جین مت کے ہاں بت پرستی کی بنیاد یہی فلسفہ وحدت الوجود اور حلول ہے (۱) یہودیوں نے فلسفہ حلول کے تحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا (جزء) قرار دیا۔ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں، اہل تشیع اور اہل تصوف، کے عقائد کی بنیاد بھی یہی فلسفہ وحدت الوجود اور حلول ہے۔ صوفیاء کے سرخیل جناب حسین بن منصور حلاج (ایرانی) نے سب سے پہلے کھلم کھلا یہ دعویٰ کیا کہ خدا اس کے اندر حلول کر گیا ہے اور انا الحق (میں اللہ ہوں) کا نعرہ لگایا منصور بن حلاج کے دعویٰ خدائی کی تائید اور توصیف کرنے والوں میں علی ہجویری اور شیخ عبدالقادر جیلانی اور سلطان الاولیاء خواجہ

۱۔ مسلمانوں میں اس کی ابتداء عبداللہ بن سہانے کی جو یمن کا یہودی تھا، عہد نبوی میں یہودیوں کی ذلت و رسوائی کا انتقام لینے کے لئے منافقانہ طور پر عہد فاروقی (یا عہد عثمانی) میں ایمان لایا اپنے مذموم عزائم بروئے کار لانے کے لئے حضرت علیؑ کو مافوق البشر ہستی باور کرانا شروع کیا بالآخر اپنے معتقدین کا ایک ایسا حلقہ پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا جو حضرت علیؑ کو خلافت کا اصل حقدار اور باقی خلفاء کو عاصب سمجھنے لگا اس گمراہ کن پروپیگنڈہ کے نتیجے میں سیدنا عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت واقع ہوئی جمل اور صفین کی خون ریز جنگیں ہوئیں اس سارے عرصہ میں عبداللہ بن سبا اور اس کے پیروکار حضرت علیؑ کا ساتھ دیتے رہے اور فتنے پیدا کرنے کے مواقع کی تلاش کرتے رہے، حضرت علیؑ سے محبت اور عقیدت کے نام پر بالآخر اس نے حضرت علیؑ کو اللہ تعالیٰ کا روپ یا اوتار کہنا شروع کر دیا اور مشکل کشا، حاجت روا، عالم الغیب، اور حاضر ناظر جیسی خدائی صفات ان سے منسوب کرنا شروع کر دیں، اس مقصد کے حصول کے لئے بعض روایات بھی وضع کی گئیں مثلاً جنگ احد میں جب رسول اکرمؐ زخمی ہو گئے تو جبریل نے آکر کہا (اے محمد ﷺ) ناد علیا والی دعا پڑھو یعنی علی کو پکارو، جب رسول اکرم ﷺ نے یہ دعا پڑھی تو حضرت علیؑ فوراً آپ کی مدد کو آئے اور کفار کو قتل کر کے آپ ﷺ کو اور تمام مسلمانوں کو قتل ہونے سے بچالیا

نظام الدین اولیاء جیسے کبار اولیاء کرام شامل ہیں ہم یہاں مثال کے طور پر جناب احمد رضا خاں بریلوی کے الفاظ نقل کرنے پر ہی اکتفا کریں گے فرماتے ہیں ”حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے اِنْسِی اَنَا اللہ یعنی میں اللہ ہوں کیا درخت نے یہ کہا تھا؟ حاشا! بلکہ اللہ نے، یونہی یہ حضرات (اولیاء کرام) انا الحق کہتے وقت شجر موسیٰ ہوتے ہیں (۱) (احکام شریعت صفحہ ۹۳) حضرت بایزید بسطامی نے بھی اسی عقیدے کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا سُبْحَانِی مَا اَعْظَمُ شَأْنِی (میں پاک ہوں میری شان بلند ہے) وحدت الوجود یا حلول کا نظریہ ماننے والے حضرات کو نہ تو خود خدائی کا دعویٰ کرنے میں کوئی دقت محسوس ہوتی ہے نہ ہی ان کے پاس کسی دوسرے کے دعویٰ خدائی کو مسترد کرنے کا کوئی جواز ہوتا ہے (۲) یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کی شاعری میں رسول اکرم ﷺ اور اپنے پیرومرشد کو اللہ کا روپ یا اوتار کہنے کے عقیدہ کا اظہار بکثرت پایا جاتا ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

(۱) خدا کہتے ہیں جس کو مصطفیٰ معلوم ہوتا ہے

جسے کہتے ہیں بندہ خود خدا معلوم ہوتا ہے

(۲) بجاتے تھے جو انی عبدہ کی بنسری ہر دم

خدا کے عرش پرانی انا اللہ بن کے لکلیں گے

(۳) شریعت کا ڈر ہے وگرنہ یہ کہہ دوں

خدا خود رسول خدا بن کے آیا ہے

۱۔ شریعت و طریقت از مولانا عبدالرحمن کیلانی صفحہ ۴۷

۲۔ یہاں ایک واقعہ کا تذکرہ یقیناً قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا جسے ”حقیقت الوجود“ کے مصنف عبدالکیم انصاری نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے جو کہ حسب ذیل ہے ”ہمارے ایک چشتیہ خاندان کے پیر بھائی صوفی جی کے نام سے مشہور تھے ایک دن میرے پاس آئے تو ہم مل کر چائے پیئے لگے چائے پیتے پیتے صوفی جی کے چہرے پر ”کیفیت“ کے اثر نمایاں ہوئے چہرہ سرخ ہو گیا آنکھوں میں لال ڈورے ابھر آئے پھر کچھ نشہ کی سی حالت طاری ہوئی یکا یک صوفی جی نے سراٹھایا اور کہنے لگے ”بھائی جان میں خدا ہوں“ اس پر میں نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور اس کے دو ٹکڑے کر کے صوفی جی سے کہا ”آپ خدا ہیں تو اسے جوڑ دیجئے“ صوفی جی نے دونوں ٹکڑے ہوئے ٹکڑوں کو ملا کر ان پر ”توجہ“ فرمائی لیکن کیا بنتھا تھا ساتھ ہی ان کی وہ کیفیت بھی غائب ہو گئی جس کی وجہ سے وہ خدائی کا دعویٰ کر رہے تھے۔ (شریعت

(۴) وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

(۵) بندگی سے آپ کی ہم کو خداواندی ملی

ہے خداوند جہاں بندہ رسول اللہ کا

(۶) پیر کامل صورتِ ظلِّ الہ

یعنی دید پیر دید کبریا

ترجمہ: کامل پیر گویا ظل الہ ہے ایسے پیر کی زیارت خدا کی زیارت ہے۔

(۷) جھلے لوگ جہاں دے بھلے پھر دے سب

سامنے دیکھ کے پیر نو فیر دی کچھ دے رب

ترجمہ: وہ لوگ بیوقوف ہیں اور بھٹکے ہوئے ہیں جو پیر کو اپنے سامنے دیکھ کر بھی رب کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

(۸) مردانِ خدا ، خدا نہ باشد

لیکن زخدا ، جدا نہ باشد

ترجمہ: خدا کے بندے خدا تو نہیں ہوتے، لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔

(۹) اپنا اللہ میاں نے ہند میں نام

رکھ لیا خواجہ غریب نواز

(۱۰) چاچڑ وانگ دے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ

ظاہر دے وچ پیر فریدن باطن دے وچ اللہ

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے رسول اکرم ﷺ میں اللہ تعالیٰ کے حلول کے ساتھ پیران پیر شیخ

عبدالقادر جیلانی میں رسول اکرم ﷺ کے حلول کو بھی تسلیم کیا ہے فرماتے ہیں ”حضور پر نور (یعنی رسول اکرم

احدیت (یعنی اللہ تعالیٰ) مع جملہ صفات و نعوت و جلالت آئینہ محمدی میں تجلی فرما ہے (۱)

قدیم و جدید صوفیاء کرام نے فلسفہ وحدت الوجود اور حلول کو درست ثابت کرنے کے لئے بڑی طول و طویل بحثیں کی ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ آج کے سائنسی دور میں عقل اسے تسلیم کرنے کے لئے قطعاً تیار نہیں، جس طرح عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث ”ایک میں سے تین اور تین میں سے ایک“ عام آدمی کے لئے ناقابل فہم ہے اسی طرح صوفیاء کا یہ فلسفہ ”کہ انسان اللہ میں یا اللہ انسان میں حلول کئے ہوئے ہے“ ناقابل فہم ہے، اگر یہ فلسفہ درست ہے تو اس کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہے کہ انسان ہی درحقیقت اللہ ہے اور اللہ ہی درحقیقت انسان ہے، اگر امر واقعہ یہ ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ عابد کون ہے اور معبود کون؟ ساجد کون ہے مسجود کون؟ خالق کون مخلوق کون؟ حاجت مند کون حاجت روا کون؟ مرنے والا کون مارنے والا کون؟ زندہ ہونے والا کون زندہ کرنے والا کون؟ گنہگار کون بخشنے والا کون؟ روز جزاء حساب لینے والا کون ہے دینے والا کون؟ اور پھر جزاء یا سزا کے طور پر جنت یا جہنم میں جانے والے کون ہیں اور بھیجنے والا کون؟ اس فلسفہ کو تسلیم کر لینے کے بعد انسان، انسان کا مقصد تخلیق اور آخرت یہ ساری چیزیں کیا ایک معمہ اور چیستان نہیں بن جاتیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں واقعی مسلمانوں کا یہ عقیدہ قابل قبول ہے تو پھر یہودیوں اور عیسائیوں کا عقیدہ ”ابن اللہ“ کیوں قابل قبول نہیں؟ مشرکین کا یہ عقیدہ کہ انسان اللہ کا جزء ہے کیوں قابل قبول نہیں؟ (۲) وحدت الوجود کے قائل بت پرستوں کی بت پرستی کیوں قابل قبول نہیں

حقیقت یہ ہے کہ کسی انسان کو اللہ کی ذات کا جزء سمجھنا (یا اللہ کی ذات میں مدغم سمجھنا) یا اللہ تعالیٰ کو کسی انسان میں مدغم سمجھنا ایسا کھلا اور عریاں شرک فی الذات ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب بھڑک سکتا ہے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا (جزء) قرار دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو تبصرہ فرمایا ہے اس کا ایک ایک لفظ قابل غور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱۔ اشریعت و طریقت صفحہ ۷۷۔ ۲۔ وَجَعَلُوا لَهُ جُزْءًا (۱۵:۴۳) اور انہوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جز بنا ڈالا

(سورۃ زخرف آیت ۱۵)

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَأُمُّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

ترجمہ: یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا مریم کا بیٹا مسیح ہی اللہ ہے اے نبی کہو اگر اللہ مسیح ابن مریم کو اور اس کی ماں کو اور تمام زمین والوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اس کو اس ارادے سے باز رکھے؟ اللہ تو زمین اور آسمانوں کا اور ان سب چیزوں کا مالک ہے جو زمین اور آسمان کے درمیان پائی جاتی ہیں جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (سورہ مائدہ آیت ۱۷۰)

سورہ مریم میں اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو بندوں کو اللہ تعالیٰ کا جز قرار دیتے ہیں ارشاد مبارک ہے۔

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ، لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ، تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ، أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا﴾

ترجمہ: وہ کہتے ہیں رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے سخت بیہودہ بات ہے جو تم گھڑ لائے ہو قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں اس بات پر کہ لوگوں نے رحمان کے لئے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ (سورہ مریم آیت ۸۸-۹۱)

بندوں کو اللہ کا جز یا بیٹا قرار دینے پر اللہ تعالیٰ کے اس شدید غصہ اور ناراضگی کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ کسی کو اللہ کا جز قرار دینے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس بندے میں اللہ تعالیٰ کی صفات تسلیم کی جائیں مثلاً یہ کہ وہ حاجت روا اور اختیارات اور قوتوں کا مالک ہے یعنی شرک فی الذات کا لازمی نتیجہ شرک فی الصفات ہے اور جب کسی انسان میں اللہ کی صفات تسلیم کر لی جائیں تو پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی رضا حاصل کی جائے جس کے لئے بندہ تمام مراسم عبودیت رکوع و سجود نذر و نیاز اطاعت اور فرمانبرداری بجالاتا ہے یعنی شرک فی الصفات کا لازمی نتیجہ ہے شرک فی العبادت گو یا شرک فی الذات ہی سب سے بڑا دروازہ ہے دوسری

الذات پر اللہ تعالیٰ کا غیض و غضب اس قدر بھڑکتا ہے کہ ممکن ہے آسمان پھٹ جائے، زمین دولخت ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

فلسفہ وحدت الوجود اور حلول کا یہ کھلم کھلا اور عریاں تصادم ہے عقیدہ توحید کے ساتھ جس میں بے شمار مخلوق خدا پیری مریدی کے چکر میں آ کر پھنسی ہوئی ہے۔ دین اسلام کی باقی تعلیمات پر وحدت الوجود اور حلول کے کیا اثرات ہیں یہ ایک الگ تفصیل طلب موضوع ہے جو ہماری کتاب کے موضوع سے ہٹ کر ہے اس لئے ہم مختصر اچند باتوں کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) رسالت

صوفیاء کے نزدیک ولایت، نبوت اور رسالت دونوں سے افضل ہے^(۱) شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں ”نبوت کا مقام درمیانی درج ہے ولی سے نیچے اور رسالت سے اوپر^(۲) بایزید بسطامی کا ارشاد ہے ”میں نے سمندر میں غوطہ لگایا جبکہ انبیاء اس کے ساحل پر ہی کھڑے ہیں“ نیز فرماتے ہیں ”میرا جھنڈا قیامت کے روز محمد ﷺ کے جھنڈے سے بلند ہوگا“^(۳) (حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”پیر کا فرمان رسول اللہ کے فرمان کی طرح ہے“^(۴) حافظ شیرازی کا ارشاد ہے ”اگر تجھے بزرگ پیر اپنے مصلے کو شراب میں رنگین کرنے کا حکم دے تو ضرور ایسا کر کہ سا لک (سلوک کی) منزلوں کے آداب سے ناواقف نہیں ہوتا^(۵))

۱۔ اہل تشیع کے نزدیک بھی ولایت علی (یا امامت علی) نبوت سے افضل ہے یہ ثابت کرنے کے لئے بعض روایات بھی وضع کی گئی ہیں لہذا علی لما خلقت (یعنی اگر علی نہ ہوتے تو اے محمد میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا) اسلامی تصوف میں غیر اسلامی تصوف کی آمیزش صفحہ ۸۳) اس سے قبل جنگ احد میں نادعلی کی روایت آپ پڑھ ہی چکے ہیں یہ عجیب اتفاق ہے کہ اہل تشیع اور اہل تصوف کے بنیادی عقائد بالکل یکساں ہیں دونوں فرقے حلول کو تسلیم کرتے ہیں دونوں کی عقیدت کا مرکز حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، دونوں کے نزدیک ولایت نبوت سے افضل ہے اہل تشیع کے ائمہ معصومین کائنات کے ذرہ ذرہ کے مالک و مختار ہیں جبکہ اہل تصوف کے اولیاء کرام مافوق الفطرت قوت اور اختیارات کے مالک سمجھے جاتے ہیں۔ ۲۔ شریعت و طریقت صفحہ ۱۱۸، ۳۔ شریعت و طریقت صفحہ ۱۲۰، ۴۔ تصوف کی تین اہم

(ب) قرآن وحدیث

دین اسلام کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے لیکن صوفیاء کے نزدیک ان دونوں کا مقام اور مرتبہ کیا ہے اس کا اندازہ ایک مشہور صوفی عقیف الدین تلمسانی کے اس ارشاد سے لگائیے۔ ”قرآن میں توحید ہے کہاں؟ وہ تو پورے کا پورا شرک سے بھرا ہوا ہے جو شخص اس کی اتباع کرے گا وہ کبھی توحید کے بلند مرتبے پر نہیں پہنچ سکتا“ (۱) (امام ابن تیمیہ از کوکن عمری صفحہ ۳۲۱) حدیث شریف کے بارے میں جناب بایزید بسطامی کا یہ تبصرہ پڑھ لینا کافی ہوگا ”تم (اہل شریعت) نے اپنا علم فوت شدہ لوگوں (یعنی محدثین) سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم اسی ذات سے حاصل کیا ہے جو ہمیشہ زندہ ہے (یعنی براہ راست اللہ تعالیٰ سے) ہم لوگ کہتے ہیں میرے دل نے اپنے رب سے روایت کیا اور تم کہتے ہو فلاں (راوی) نے مجھ سے روایت کیا (اور اگر سوال کیا جائے کہ) وہ راوی کہاں ہے؟ جواب ملتا ہے مرگیا (اور اگر پوچھا جائے کہ) اس فلاں (راوی) نے فلاں (راوی) سے بیان کیا تو وہ کہاں ہے؟ جواب وہی کہ مرگیا ہے (۳) قرآن وحدیث کا یہ استہزاء اور تمسخر اور اس کے ساتھ ہوائے نفس کی اتباع کے لئے ”حدثنی قلبی عن ربی“ (میرے دل نے میرے رب سے روایت کیا) (۴) کا پر فریب جواز کس قدر جسارت ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں؟ امام ابن الجوزی اس باطل دعویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”جس نے۔ حَدَّثَنِي قَلْبِي عَنْ رَبِّي کہا اس نے درپردہ اس بات کا اقرار کیا وہ رسول اللہ ﷺ سے مستغنی ہے پس جو شخص ایسا دعویٰ کرے وہ کافر ہے“ (۵)

(ج) عبادت اور ریاضت

صوفیاء کے ہاں نماز روزہ زکاۃ حج وغیرہ کا جس قدر احترام پایا جاتا ہے اس کا تذکرہ اس سے قبل دین خاتقا ہی میں گزر چکا ہے یہاں ہم صوفیاء کی عبادت اور ریاضت کے بعض ایسے خود ساختہ طریقوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جنہیں صوفیاء کے ہاں بڑی قدر و منزلت سے دیکھا جاتا ہے لیکن کتاب وسنت میں ان کا جواز تو

کیا شدید مخالفت پائی جاتی ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ پیران پیر (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی) پندرہ سال تک نماز عشاء کے بعد طلوع صبح سے پہلے ایک قرآن شریف ختم کرتے آپ نے یہ سارے قرآن پاک ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر ختم کئے (۱) نیز خود فرماتے ہیں ”میں پچیس سال تک عراق کے جنگلوں تنہا پھرتا رہا ایک سال تک ساگ گھانس اور بھیگی ہوئی چیزوں پر گزارا کرتا رہا اور پانی مطلقاً نہ پیا پھر ایک سال تک پانی بھی پیتا رہا پھر تیسرے سال صرف پانی پر گزارہ کرتا رہا پھر ایک سال تک نہ کچھ کھایا نہ پیا نہ سویا“ (۱) (غوث الثقلین صفحہ ۸۳)

۲۔ حضرت بایزید بسطامی تیس سال تک شام کے جنگلوں میں ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے ایک سال آپ حج کو گئے تو ہر قدم پر دو گنا ندا کرتے یہاں تک کہ بارہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے (۲) (صوفیاء نقشبندی صفحہ ۱۵۵)

۳۔ حضرت معین الدین چشتی اجمیری کثیر المجاہدہ تھے ستر برس تک رات بھر نہیں سوئے (۳) (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۵۵)

۴۔ حضرت فرید الدین گنج شکر نے چالیس روز کنویں میں بیٹھ کر چلہ کشی کی (۴) (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۷۸)

۵۔ حضرت جنید بغدادی کامل تین سال تک عشاء ی نماز پڑھنے کے بعد ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر اللہ اللہ کرتے رہے (۵) (صوفیاء نقشبند صفحہ ۷۹)

۶۔ خواجہ محمد چشتی نے اپنے مکان میں ایک گہر کنواں کھدوا رکھا تھا جس میں اٹلے لٹک کر عبادت الہی میں مصروف رہتے (۶) (سیر الاولیاء صفحہ ۴۶)

۷۔ حضرت ملا شاہ قادری فرمایا کرتے تھے ”تمام عمر ہم کو غسلِ جنابت اور احتلام کی حاجت نہیں ہوئی کیونکہ یہ دونوں غسل نکاح اور نیند سے متعلق ہیں ہم نے نہ نکاح کیا ہے نہ سوتے ہیں (۷) (حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۵۷)

۱۔ شریعت و طریقت صفحہ ۴۳۱، ۲۔ بحوالہ سابق صفحہ ۵۹۱، ۳۔ بحوالہ سابق صفحہ ۵۹۱، ۴۔ بحوالہ سابق صفحہ ۳۴۰، ۵۔ بحوالہ سابق صفحہ

عبادت اور ریاضت کے یہ تمام طریقے کتاب و سنت سے تو دور ہی ہیں لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ جس قدر یہ طریقے کتاب و سنت سے دور ہیں اسی قدر ہندو مذہب کی عبادت اور ریاضت کے طریقوں سے قریب ہیں، آئندہ صفحات میں ہندو مذہب کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کو اندازہ ہوگا کہ دونوں مذاہب میں کس کس قدر ناقابل یقین حد تک یگانہ اور مماثلت پائی جاتی ہے۔

(د) جزا و سزا

فلسفہ وحدت الوجود اور حلول کے مطابق چونکہ انسان خود تو کچھ بھی نہیں بلکہ وہی ذات برحق کائنات کی ہر چیز (بشمول انسان) میں جلوہ گر ہے لہذا انسان وہی کرتا ہے جو ذات برحق چاہتی ہے انسان اسی راستے پر چلتا ہے جس پر وہ ذات برحق چلانا چاہتی ہے۔

”انسان کا اپنا کوئی ارادہ ہے نہ اختیار“ اس نظریے نے اہل تصوف کے نزدیک نیکی اور برائی، حلال اور حرام اطاعت اور نافرمانی، ثواب و عذاب، جزاء و سزا کا تصور ہی ختم کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر صوفیاء حضرات نے اپنی تحریروں میں جنت اور دوزخ کا تمسخر اور مذاق اڑایا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء اپنے ملفوظات فوائد الفوائد میں فرماتے ہیں قیامت کے روز حضرت معروف کرخی کو حکم ہوگا بہشت میں چلو وہ کہیں گے ”میں نہیں جاتا میں نے تیری بہشت کے لئے عبادت نہیں کی تھی“ چنانچہ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ انہیں نور کی زنجیروں میں جکڑ کر کھینچتے کھینچتے بہشت میں لے جاؤ (۱)

حضرت رابعہ بصری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک روز داہنے ہاتھ میں پانی کا پیالہ اور بائیں ہاتھ میں آگ کا انگارہ لیا اور فرمایا یہ جنت ہے اور یہ جہنم ہے، اس جنت کو جہنم پر انڈیلیتی ہوں تاکہ نہ رہے جنت نہ رہے جہنم اور خالص اللہ کی عبادت کریں

(ه) کرامات

صوفیاء کرام، وحدت الوجود اور حلول کے قائل ہونے کی وجہ سے خدائی اختیارات رکھتے ہیں، اس

لئے زندوں کو مار سکتے ہیں، مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں، ہوا میں اڑ سکتے ہیں، قسمتیں بدل سکتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ ایک دفعہ پیران پیر عبدالقادر جیلانی نے مرغی کا سالن کھا کر ہڈیاں ایک طرف رکھ دیں، ان ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ تو وہ مرغی زندہ ہو گئی۔ (سیرت غوث صفحہ ۱۹۱)

۲۔ ایک گویئے کی قبر پر پیران پیر نے قُمْ بِاِذْنِی کہا قبر پھٹی اور مردہ گاتا ہوا نکل آیا، (تفریح الخاطر صفحہ ۱۹)

۳۔ خواجہ ابواسحاق چشتی جب سفر کا ارادہ فرماتے تو دو سو آدمیوں کے ساتھ آنکھ بند کر فوراً منزل مقصود پر پہنچ جاتے۔ (تاریخ مشائخ چشت از مولانا زکریا صفحہ ۱۹۲)

۴۔ ”سید مودود چشتی کی وفات ۹۷ سال کی عمر میں ہوئی آپ کی نماز جنازہ اول رجال الغیب (فوت شدہ بزرگ) نے پڑھی پھر عام آدمی نے، اس کے بعد جنازہ خود بخود داڑی لگا اس کرامت سے بے شمار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔“ (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۶۰)

۵۔ خواجہ عثمان ہارونی نے وضو کا دو گنا نہ ادا کیا اور ایک کمسن بچے کو گود میں لے کر آگ میں چلے گئے اور دو گھنٹے اس میں رہے آگ نے دونوں پر کوئی اثر نہ کیا اس پر بہت سے آتش پرست مسلمان ہو گئے۔ (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۲۴)

۶۔ ایک عورت خواجہ فرید الدین گنج شکر کے پاس روتی ہوئی آئی اور کہا بادشاہ نے میرے بے گناہ بچے کو تختہ دار پر لٹکوا دیا ہے چنانچہ آپ اصحاب سمیت وہاں پہنچے اور کہا ”الہی اگر یہ بے گناہ تو اسے زندہ کر دے“ لڑکا زندہ ہو گیا اور ساتھ چلنے لگا یہ کرامت دیکھ کر (ایک) ہزار ہندو مسلمان ہو گئے۔ (اسرار الاولیاء صفحہ ۱۱۱-۱۱۰)

۷۔ ایک شخص نے بارگاہ غوثیہ میں لڑکے کی درخواست کی آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی اتفاق سے لڑکی پیدا ہو گئی آپ نے فرمایا اسے گھر لے جاؤ اور قدرت کا کرشمہ دیکھو جب گھر آیا تو اسے لڑکی کے بجائے لڑکا پایا

“ (سفینۃ الاولیاء صفحہ ۱۷۷)

۸۔ پیران پیر غوث اعظم مدینہ سے ہاضری دے کر ننگے پاؤں بغداد آرہے تھے راستے میں ایک چور ملا جو لوٹنا

لہٰذا جاری ہو گیا آپ کو اس کی حالت پر رحم آ گیا اس کی اصلاح کے لئے بارگاہ الہی میں متوجہ ہوئے غیب سے ندا آئی ”چور کو ہدایت کی رہنمائی کرتے ہوئے قطب بنا دو چنانچہ آپ کی اک نگاہ فیض سے وہ قطب کے درجہ پر فائز ہو گیا۔“ (سیرت غوثیہ صفحہ ۶۴۰)

۹۔ میاں اسماعیل لاہور المعروف میاں کلاں نے صبح کی نماز کے بعد سلام پھیرتے وقت جب نگاہ کرم ڈالی تو دائیں طرف کے مقتدی سب کے سب حافظ قرآن بن گئے اور بائیں طرف کے ناظرہ پڑھنے والے۔ (حدیقہ الاولیاء صفحہ ۱۷۶)

۱۰۔ خواجہ علاؤ الدین صابر کلیری کو خواجہ فرید الدین گنج شکر نے کلیر بھیجا ایک روز خواجہ صاحب امام کے مصلے پر بیٹھ گئے لوگوں نے منع کیا تو فرمایا ”قطب کا رتبہ قاضی سے بڑھ کر ہے“ لوگوں نے زبردستی مصلیٰ سے اٹھا دیا حضرت کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جگہ نہ ملی تو مسجد کو مخاطب کر کے فرمایا ”لوگ سجدہ کرتے ہیں تو بھی سجدہ کر“ یہ بات سنتے ہی مسجد جمع چھت اور دیوار کے لوگوں پر گر پڑی اور سب لوگ ہلاک ہو گئے۔ (حدیقہ الاولیاء صفحہ ۷۰)

(و) باطنیت

کتاب وسنت سے براہ راست متضادم عقائد و افکار پر پردہ ڈالنے کے لئے اہل تصوف نے باطنیت کا سہارا بھی لیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قرآن وحدیث کے الفاظ کے دو دو معانی ہیں ایک ظاہری دوسرے باطنی (یا حقیقی) یہ عقیدہ باطنیت کہلاتا ہے اہل تصوف کے نزدیک دونوں معانی کو آپس میں وہی نسبت ہے جو چھلکے کو مغز سے ہوتی ہے یعنی باطنی معنی ظاہری معنی سے افضل اور مقدم ہیں۔ ظاہری معانی سے تو علماء واقف ہیں لیکن باطنی معانی کو صرف اہل اسرار و رموز ہی جانتے ہیں اس اسرار و رموز کا منبع اولیاء کرام کے مکاشفے، مراقبے، مشاہدے اور الہام یا پھر بزرگوں کا فیض اور توجہ قرار دیا گیا جس کے ذریعے شریعت مطہرہ کی من مانی تاویلیں کی گئیں مثلاً قرآن مجید کی آیت **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ** کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے رب کی عبادت اس آخری گھڑی تک کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے (یعنی موت) (سورہ حجرات آیت ۹۹)

اہل تصوف کے نزدیک یہ علماء (اہل ظاہر) کا ترجمہ ہے اس کا باطنی یا حقیقی ترجمہ یہ ہے کہ ”صرف اس وقت تک اپنے رب کی عبادت کرو جب تک تمہیں یقین (معرفت) حاصل نہ ہو جائے“ یقین یا معرفت سے مراد معرفت الہی ہے یعنی جب اللہ کی پہچان ہو جائے تو صوفیاء کے نزدیک نماز، روزہ، زکوٰۃ حج اور تلاوت وغیرہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۳ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا يَٰهُوَ یعنی تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی ”یہ علماء کا ترجمہ ہے اور اہل اسرار و رموز کا ترجمہ یہ ہے ”تم نہ عبادت کرو گے مگر وہ اسی (یعنی اللہ) کی ہوگی جس چیز کی بھی عبادت کرو گے“ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم خواہ کسی انسان کو سجدہ کرو یا قبر کو یا کسی مجسمے اور بت کو وہ درحقیقت اللہ ہی کی عبادت ہوگی، کلمہ توحید لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ ”اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں“ صوفیاء کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے لا موجود الا اللہ یعنی دنیا میں اللہ کے سوا کوئی چیز موجود نہیں۔۔۔ الٰہ کا ترجمہ موجود کر کے اہل تصوف نے کلمہ توحید سے اپنا نظریہ وحدت الوجود ثابت کر دیا لیکن ساتھ ہی کلمہ توحید کی کلمہ شرک میں بدل ڈالا فَتَدَلَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ ترجمہ جو بات ان سے کہی گئی تھی ظالموں نے اسے بدل کر کچھ اور کر دیا۔ (سورہ بقرہ آیت ۵۹)

باطنیت کے پردے میں کتاب و سنت کے احکامات اور عقائد کی من مانی تاویلوں کے علاوہ اہل تصوف نے کیف، جذب، مستی، استغراق، سکر، (بے ہوشی) اور صحو (ہوش) جیسی اصطلاحات وضع کر کے جسے چاہا حلال قرار دے دیا جسے چاہا حرام ٹھہرا دیا، ایمان کی تعریف یہ کی گئی کہ یہ دراصل عشق حقیقی (عشق الہی) دوسرا نام ہے اس کے ساتھ ہی یہ فلسفہ تراشا گیا کہ عشق حقیقی کا حصول عشق مجازی کے بغیر ممکن ہی نہیں چنانچہ عشق مجازی کے لوازمات، غنا، موسیقی، رقص و سرور، سماع، وجد، حال وغیرہ اور حسن و عشق کی داستانوں اور جام و سبوی کی باتوں سے لبریز شاعری مباح ٹھہری۔ شیخ حسین لاہوری جن کے ایک برہمن لڑکے کے ساتھ عشق کا قصہ سن کر ہم ”دین خانقاہی“ میں بیان کر چکے ہیں، کے بارے میں ”خزینۃ الاصفیاء“ میں لکھا ہے کہ ”وہ بہلول دریائی کے خلیفہ تھے چھتیس سال ویرانے میں ریاضت و مجاہدہ کیا رات کو داتا گنج بخش کے مزار پر اعیانکاف بیٹھتے۔ آپ نے

جس طرف چاہتے نکل جاتے“ (شریعت و طریقت: ۲۰۴) یہ ہے وہ باطنیت کے جس کے خوشنما پردے میں اہل ہوا و ہوس دین اسلام کے عقائد ہی نہیں اخلاق اور شرم و حیا کا دامن بھی تار تار کرتے رہے اور پھر بھی بقول مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ

”نہ تو حید میں کچھ خلل اس سے آئے نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے“

قارئین کرام! فلسفہ وحدت الوجود اور حلول کے نتیجے میں پیدا ہونے والی گمراہی کا یہ مختصر سا تعارف ہے جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کو الحاد اور کفر و شرک کے راستہ پر ڈالنے میں اس باطل فلسفہ کا کتنا بڑا حصہ ہے؟

ہندو پاک کا قدیم مذہب، ہندومت

پندرہ سو سال قبل مسیح، جہاں گرد آریں اقوام وسط ایشیاء سے آکر وادی سندھ کے علاقے ہڑپہ اور موہنجودارو میں آباد ہوئیں۔ یہ علاقے اس وقت برصغیر کی تہذیب و تمدن کا سرچشمہ سمجھے جاتے تھے۔ ہندوؤں کی پہلی مقدس کتاب ”رگ وید“ انہی آریں اقوام کے مفکرین نے لکھی جو ان کی دیوی دیوتاؤں کی عظمت کے گیتوں پر مشتمل ہے۔ یہیں سے ہندو مذہب کی ابتدا ہوئی (مقدمہ ارتھ شاستر از محمد اسماعیل زنگ صفحہ ۵۹) جس کا مطلب یہ ہے کہ ہندو مذہب گزشتہ ساڑھے تین ہزار سال سے برصغیر کی تہذیب و تمدن، معاشرت اور مذاہب پر اثر انداز ہوتا چلا آ رہا ہے۔

ہندومت کے علاوہ بدھ مت اور جین مت کا شمار بھی قدیم ترین مذاہب میں ہوتا ہے بدھ مت کا بانی گوتم بدھ ۴۸۳ ق۔م۔ میں پیدا ہوا اور ۵۶۳ ق۔م۔ میں اسی (۸۰) سال کی عمر پر کرفوت ہوا جبکہ جین مت کا بانی مہاویر جین ۵۲۷ ق۔م۔ میں پیدا ہوا اور بہتر (۷۲) سال کی عمر پر ۵۹۹ ق۔م۔ میں فوت ہوا، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں مذاہب بھی کم از کم چار پانچ سو سال قبل مسیح سے برصغیر کی تہذیب و تمدن، معاشرت اور مذاہب پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔

ہندومت، بدھ مت اور جین مت تینوں مذاہب وحدت الوجود اور حلول کے فلسفہ پر ایمان رکھتے

ہیں۔ بدھ مت کے پیروکار گوتم بدھ کو اللہ تعالیٰ کا اوتار سمجھ کر اس کے مجسموں اور مورتیوں کی پوجا اور پرستش کرتے ہیں، جین مت کے پیروکار مہاویر کے مجسمے کے علاوہ تمام مظاہر قدرت مثلاً، سورج، چاند، ستارے، حجر، شجر، دریا، سمندر، آگ اور ہوا وغیرہ کی پرستش کرتے ہیں، ہندو مت کے پیروکار اپنی قوم کی عظیم شخصیات (مرد و عورت) کے مجسموں کے علاوہ مظاہر قدرت کی پرستش بھی کرتے ہیں ہندو کتب میں اس کے علاوہ جن چیزوں کو قابل پرستش کہا گیا ہے ان میں گائے (بشمول گائے کا مکھن، دودھ، گھی، پیٹاب اور گوبر)، بیل، آگ، پھل، درخت، ہاتھی، شیر، سانپ، چوہے، سور اور بندر بھی شامل ہیں ان کے بت اور مجسمے بھی عبادت کے لئے مندروں میں رکھے جاتے ہیں عورت اور مرد کے اعضاء تناسل بھی قابل پرستش سمجھے جاتے ہیں چنانچہ شیواجی مہاراج کی پوجا اس کے مردانہ عضو تناسل کی پوجا کر کے کی جاتی ہے اور شکتی دیوی کی پوجا اس کے زنانہ عضو تناسل کی پوجا کر کے کی جاتی ہے (۱)

برصغیر میں بت پرستی کے قدیم ترین تینوں مذاہب کے مختصر تعارف کے بعد ہم ہندو مذہب کی بعض تعلیمات کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ اندازہ کیا جاسکے کہ برصغیر پاک و ہند میں شرک کی اشاعت اور ترویج میں ہندو مت کے اثرات کس قدر گہرے ہیں۔

(الف) ہندو مذہب میں عبادت اور ریاضت کے طریقے

ہندو مذہب کی تعلیمات کے مطابق نجات حاصل کرنے کے لئے ہندو دور جنگلوں اور غاروں میں رہتے اپنے جسم کو ریاضتوں سے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے۔ گرمی، سردی، بارش اور ریتی زمینوں پر ننگے بدن رہنا اپنی ریاضتوں کا مقدس عمل سمجھتے جہاں یہ اپنے آپ کو دیوانہ وار تکلیفیں پہنچا کر انگاروں پر لوٹ کر گرم سورج میں ننگے بدن بیٹھ کر، کانٹوں کے بستر پر لیٹ کر، درختوں کی شاخوں پر گھنٹوں لٹک کر اور اپنے ہاتھ کو بے حرکت بنا کر یا سر سے اونچا لے جا کر اتنے طویل عرصے تک رکھتے تاکہ وہ بے حس ہو جائیں اور سوکھ کر کاٹا بن

۱۔ گذشتہ دنوں وشنو ہندو پریشد کے رہنما رام چندر جی نے کھڑاؤں کی پوجا اور پرستش کرنے کی مہم کا باقاعدہ آغاز کیا، اخبارات میں جو تصاویر شائع ہوئیں ان میں رام چند جی اعلیٰ قسم کی کھڑاؤں کی پوجا کر رہے ہیں (ملاحظہ ہو نوائے وقت ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۲ء، گویا اب مذکورہ بالا اشیاء کے ساتھ

جائیں۔ ان جسمانی آزار کی ریاضتوں کے ساتھ ہندومت میں دماغی اور روحانی مشقتوں کو بھی نجات کا ذریعہ سمجھا جاتا چنانچہ ہندوتہا شہر سے باہر غور و فکر میں مصروف رہتے اور ان میں سے بہت سے جھوپڑیوں میں اپنے گرو کی رہنمائی میں گروپ بنا کر بھی رہتے۔ ان میں سے کچھ گروپ بھیک پر گزارہ کرتے ہوئے سیاحت کرتے ان میں سے کچھ مادر زاد برہمنہ رہتے اور کچھ لنگوٹی باندھ لیتے۔ بھارت کے طول و عرض میں اس قسم کے چٹا دھاری یا ننگ دھڑنگ اور خاکستر میلے سادھوؤں کی ایک بڑی تعداد جنگلوں، دریاؤں اور پہاڑوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے اور عام ہندو معاشرے میں ان کی پوجا تک کی جاتی ہے۔ (مقدمہ ارتھ شاستر: ۹۹)

روحانی قوت اور ضبط نفس کے حصول کی خاطر ریاضت کا ایک اہم طریقہ ”یوگا“ کا ایجاد کیا گیا جس پر ہندومت بدھ مت اور جین مت کے پیروکار بھی عمل کرتے ہیں اس طریقہ ریاضت میں یوگی اتنی دیر تک سانس روک لیتے ہیں کہ موت کا شبہ ہونے لگتا ہے دل کی حرکت کا اس پر اثر نہیں ہوتا۔ سردی گرمی ان پر اثر انداز نہیں ہوتی یوگی طویل ترین فافے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ارتھ شاستر کے نامہ نگار کا اس طرز ریاضت پر تبصرہ کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ ساری باتیں مغربی علم الاجسام کے ماہرین کے لئے تو حیران کن ہو سکتی ہیں لیکن مسلم صوفیاء کے لئے چنداں حیران کن نہیں، کیونکہ اسلامی تصوف کے بہت سے سلسلوں بالخصوص نقشبندی کے سلسلہ فنا فی اللہ یا فنا فی الشیخ یا ذکر قلب کے اوراد میں جس دم کے کئی طریقے ہیں جن پر صوفیاء عامل ہوتے ہیں۔ (مقدمہ ارتھ شاستر: ۱۲۹)

یوگا عبادت کا ایک بھیا تک نظارہ سادھوؤں اور یوگیوں کا دیکھتے ہوئے شعلہ فشاں انگاروں پر ننگے قدم چلنا اور بغیر جلے سالم نکل آنا، تیز دھار نوکیلے خنجر سے ایک گال سے دوسرے گال تک اور ناک کے دونوں حصوں تک اور دونوں ہونٹوں کے آر پار خنجر اتار دینا اور اس طرح گھٹنوں کھڑے رہنا، تازہ کانٹوں اور نوکیلی کیلوں کے بستر پر لیٹے رہنا یا رات دن دونوں پیروں یا ایک پیر کے سہارے کھڑے رہنا یا ایک ٹانگ اور ایک ہاتھ کو اس طویل عرصہ تک بے مصرف بنادینا کہ وہ سوکھ جائے یا مسلسل الٹے لٹکے رہنا، ساری عمر ہر موسم اور بارش میں برہمنہ رہنا، تمام عمر سنیاسی یعنی کنوارا رہنا یا اپنے تمام اہل خانہ سے الگ ہو کر بلند پہاڑوں کے غاروں

تصوف کے مظاہر قرار دیتے ہیں۔ (مقدمہ ارتھ شاستر: ۱۳۰)

ہندومت اور بدھ مت میں جنتر منتر اور جادو کے ذریعہ عبادت کا طریقہ بھی رائج ہے عبادت کا یہ طریقہ اختیار کرنے والوں کو ”تانترک“ فرقہ کہتے ہیں یہ لوگ جادوئی منتر جیسے ”آدم منی“ ”پد منی“ ”اؤ“ ”یوگا“ کے انداز میں گیان دھیان کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں قدیم ویدک لٹریچر بتاتا ہے کہ سادھو اور ان کے بعض طبقات جادو اور سفلی عملیات میں مہارت حاصل کرنے کے عمل دہرایا کرتے تھے اس فرقہ میں تیز بے ہوش کرنے والی شراہوں کا پینا، گوشت اور مچھلی کھانا، جنسی افعال کا بڑھ چڑھ کر کرنا، غلاتوں کو غذا بنانا مذہبی رسموں کے نام پر قتل کرنا جیسی قبیح اور مکروہ حرکات بھی عبادت سمجھی جاتی ہیں۔ (مقدمہ ارتھ شاستر: ۱۱۷)

(ب) ہندو بزرگوں کے مافوق الفطرت اختیارات

جس طرح مسلمانوں کے غوث، قطب، نجیب، ابدال، ولی، فقیر، اور درویش وغیرہ مختلف مراتب اور مناصب کے بزرگ سمجھے جاتے ہیں، جنہیں مافوق الفطرت قوت اور اختیارات حاصل ہوتے ہیں اسی طرح ہندوؤں میں رشی، منی، مہاتما، اوتار، سادھو، سنت، سنیاسی، یوگی، شاستری، اور چتھر ویدی وغیرہ مختلف مراتب اور مناصب کے بزرگ سمجھے جاتے ہیں جنہیں مافوق الفطرت قوت اور اختیارات حاصل ہوتے ہیں ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے مطابق یہ بزرگ ماضی حال اور مستقبل کو دیکھ سکتے ہیں، جنت میں دوڑتے ہوئے جاسکتے ہیں، دیوتاؤں کے دربار میں ان کا بڑے اعزاز سے استقبال کیا جاتا ہے، یہ اتنی زبردست جادوئی طاقت کے مالک ہوتے ہیں کہ اگر چاہیں تو پہاڑوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں یہ ایک نگاہ سے اپنے دشمنوں کو جلا کر خاکستر کر سکتے ہیں، تمام فصلوں کو برباد کر سکتے ہیں، اگر یہ خوش ہو جائیں تو پورے شہر کو تباہی سے بچا لیتے ہیں دولت میں زبردست اضافہ کر سکتے ہیں قسط سالی سے بچا سکتے ہیں، دشمنوں کے حملے روک سکتے ہیں۔ (مقدمہ ارتھ شاستر: ۹۹-۱۰۰) منی وہ مقدس انسان ہیں جو کوئی کپڑا نہیں پہنتے، ہوا کو بطور لباس استعمال کرتے ہیں، جن کی غذا ان کی خاموشی ہے، وہ ہوا میں اڑ سکتے ہیں اور پرندوں سے اوپر جاسکتے ہیں یہ منی تمام انسانوں کے اندر پوشیدہ خیالوں کو جاننے میں کیونکہ انہوں نے وہ شراب پی ہوئی ہے جو عام انسانوں کے لئے زہر ہے۔ (بحوالہ

سابق) شیوجی کے بیٹے لارڈ گنیش کے بارے میں ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ وہ کسی بھی مشکل کو آسان کر سکتے ہیں اگر چاہیں تو کسی کے لئے بھی مشکل پیدا کر سکتے ہیں اس لئے بچہ جب پڑھنے کی عمر کو پہنچتا ہے تو سب سے پہلے اسے گنیش کی کی پوجا کرنا ہی سکھایا جاتا ہے۔ (بحوالہ سابق: ۹۸)

(ج) ہندو بزرگوں کی بعض کرامات

ہندوؤں کی مقدس کتب میں اپنے بزرگوں سے منسوب بہت سی کرامات کا تذکرہ ملتا ہے ہم یہاں دو چار مثالوں پر ہی اکتفا کریں گے۔

(۱) ہندوؤں کی مذہبی کتاب رامائن میں رام اور راوَن کا طویل قصہ دیا گیا ہے کہ رام اپنی بیوی سیتا کے ساتھ جنگلات میں زندگی بسر کر رہا تھا لڑکا کاراجہ راوَن اس کی بیوی کو اغوا کر کے لے گیا رام نے ہنومان (بندروں کے شہنشاہ) کی مدد سے خونِ جنگ کے بعد اپنی بیوی واپس حاصل کر لی لیکن مقدس قوانین کے تحت اسے بعد میں الگ کر دیا۔ سیتا غم برداشت نہ کر سکی اور اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے لئے آگ میں کود گئی اگنی دیوتا جو مقدس آگ کے مالک ہیں انہوں نے آگ کو حکم دیا کہ وہ بجھ جائے اور سیتا کو نہ جلائے اس طرح سیتا دہکتی ہوئی آگ سے سالم نکل آئی اور اپنے بے داغ کردار کا ثبوت فراہم کر دیا۔ (مقدمہ ارتھ شاستر: ۱۰۱-۱۰۲)

(۲) ایک بار بدھ مت کے درویش (بھکشو) نے یہ معجزہ دکھایا کہ ایک پتھر سے ایک ہی رات میں

اس نے ہزاروں شاخوں والا آم کا درخت پیدا کر دیا۔ (۱)

(۳) محبت کے دیوتا (کاما) اور اس کی دیوی (رتی) اور ان دیوی دیا تاؤں کے دوست خاص طور

(۱) ایک طرف بدھ مت کے بھکشو کا یہ معجزہ اور دوسری طرف بدھ مت کے بانی گوتم بدھ کے بارے میں یہ دلچسپ خبر ملاحظہ ہو ”حیدر آباد کی خوبصورت جھیل میں ایک چھوٹے جہاز سے گوتم بدھ کا مجسمہ پھسل کر جھیل میں گر گیا مجسمہ کا وزن ۲۵۰ ٹن تھا اور اسے ۹ مئی کو بودھ پوریا کے موقع پر نقاب کشائی کے لئے نصب کیا جانا تھا یہ مجسمہ دنیا کا سب سے بڑا مجسمہ تھا اس حادثہ میں (گوتم بدھ کو بچاتے بچاتے) دس افراد جھیل میں ڈوب گئے اور چھ افراد زخمی ہوئے (نوائے وقت ۱۱ مارچ ۱۹۹۰ء) مشرکین کے معبودوں کی اصل حقیقت تو یہی ہے خواہ بدھتوں کے ہوں یا ہندوؤں کے یا مسلمانوں کے لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآَنِي تَوْفُكُونَ (سورہ فاطر: ۳) ترجمہ: اس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

سے موسم بہار کے خدا جب باہم کھیلتے تو ”کامادیوتا“ اپنے پھولوں کے تیروں سے ”شیودیوتا“ پر بارش کرتے اور شیودیوتا اپنی تیسری آنکھ سے ان تیروں پر نگاہ ڈالتے تو یہ تیز بجھی ہوئی خاک کی شکل میں تباہ ہو جاتے اور وہ ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہتا کیونکہ وہ جسمانی شکل سے آزاد تھا۔ (مقدمہ ارتھ شاستر: ۹۰)

(۴) ہندوؤں کے ایک دیوتا لارڈ گنیش کے والد شیوجی کے بارے میں روایت ہے کہ دیوی پاروتی (۱) (ان کی بیوی کا نام) نے ایک دن تہیہ کیا کہ لارڈ شیوان کے غسل کے وقت شرارتاً غسل خانہ میں گھس کر انہیں پریشان کرتے ہیں چنانچہ اس کا سد باب کرنے کے لئے ایک انسانی پتلا بنایا اور اس میں جان ڈال کر اسے غسل خانے کے دروازے پر پہرہ کے لئے بٹھادیا پھر یہ ہوا کہ شیوجی حسب عادت دیوی پاروتی کے چھیڑنے اور ستانے کے لئے غسل خانہ کی سمت چلے آئے۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے غسل خانہ کے دروازے پر ایک خوبصورت بچے کو پہرہ دیتے دیکھا شیوجی نے غسل خانے میں گھسنے کی کوشش کی تو اس بچے نے راستہ روک لیا شیوجی کو اس مزاحمت پر اتنا غصہ آیا کہ انہوں نے ترشول (تین نوک کا نیزہ) سے اس کا سر کاٹ کر دھڑ سے الگ کر دیا، دیوی پاروتی کے لئے یہ قتل شدید صدمے کا موجب بنا تب شیوجی نے ملازمین کو حکم دیا کہ وہ فوری کسی کا سر کاٹ کر لے آئیں ملازمین بھاگ نکلے تو سب سے پہلے ان کا سامنا ہاتھی سے ہوا اور وہ ہاتھی کا سر کاٹ کے لے آئے شیوجی نے بچے کے دھڑ پر ہاتھی کا سر جما کر پھر سے جان ڈال دی اور دیوی پاروتی بچے کی نئی زندگی سے بہت خوش ہوئیں۔ (۲)

ہندو مت کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ مسلمانوں کے ایک بڑے فرقہ ”اہل تصوف“ کے عقائد اور تعلیمات ہندو مذہب سے کس قدر متاثر ہیں عقیدۃ الوحۃ الوجود اور حلول یکساں۔ عبادت اور ریاضت کے طریقے یکساں۔ بزرگوں کے مافوق الفطرت اختیارات یکساں اور بزرگوں کی کرامات کا سلسلہ بھی یکساں اگر کوئی فرق ہے تو وہ ہے صرف ناموں کا۔ تمام معاملات میں ہم آہنگی اور یکسانیت پالینے کے بعد ہمارے لئے ہندوستان کی تاریخ میں ایسی مثالیں باعث تعجب نہیں رہیں کہ ہندو

(۱): ہندوان تینوں شخصیتوں کے بت اور مورتیاں تراش کر پوجتے ہیں۔ (۲): روزنامہ سیاست، کالم فکر و نظر، حیدرآباد الہند۔ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۹۱ء

لوگ، مسلمان پیروں فقیروں کے مرید کیوں بن گئے اور مسلمان ہندو سادھو اور جوگیو کے گیان دھیان میں کیوں حصہ لینے لگے (۱) اس اختلاط کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندو پاک کے مسلمانوں کی اکثریت جس اسلام پر آج عمل پیرا ہے اس پر کتاب و سنت کی بجائے ہندو مذہب کے نقوش کہیں زیادہ گہرے اور نمایاں ہیں۔

۶۔ حکمران طبقہ

برصغیر پاک و ہند میں شرک و بدعت کے اسباب تلاش کرتے ہوئے یہ بات کہی جاتی ہے کہ چونکہ یہاں اسلام پہلی صدی ہجری کے آخر میں اس وقت پہنچا جب محمد بن قاسم رحمہ اللہ نے ۹۳ھ میں سندھ فتح کیا اس وقت محمد بن قاسم رحمہ اللہ اور اس کی افواج کے جلد واپس چلے جانے کی وجہ سے اولاً اسلام خالص کتاب و سنت کی شکل میں پہنچا ہی نہیں ثانیاً اسلام کی یہ دعوت بڑے محدود پیمانے پر تھی یہی وجہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت کے افکار و اعمال میں مشرکانہ اور ہندوانہ رسم و رواج بڑے واضح اور نمایاں ہیں۔

تاریخی اعتبار سے یہ بات درست ثابت نہیں ہوتی امر واقعہ یہ ہے کہ سرزمین برصغیر عہد فاروقی (۱۵ھ) سے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ورود مسعود سے بہرہ ور ہونی شروع ہو گئی تھی عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں اسلامی ریاست کے زیر نگین آنے والے ممالک میں شام، مصر، عراق، یمن، ترکستان، سمرقند، بخارا، ترکی، افریقہ اور ہندوستان میں مالا بار جزائر سراندیپ، مالدیپ، گجرات اور سندھ کے

(۱): زبدۃ العارفین قدوة السالکین حافظ غلام قادر اپنے زمانے کے قطب الاقطاب اور غوث الانوات اور محبوب خدا تھے جن کا فیض روحانی ہر خاص و عام کے لئے اب تک جاری ہے یہی وجہ تھی کہ ہندو سکھ عیسائی ہر قوم اور فرقہ کے لوگ آپ سے فیض روحانی حاصل کرتے تھے، آپ کے عرس میں تمام فرقوں کے لوگ شامل ہوتے تھے آپ کے تمام مریدان باصفا فیض روحانی سے مالا مال اور پابند شرع شریف ہیں (ریاض السالکین صفحہ ۲۷۲ بحوالہ شریعت و طریقت صفحہ ۷۷) دوسری طرف اسماعیلیہ فرقہ کے پیر شمس الدین صاحب کشمیر تشریف لائے تو تفتیہ کر کے اپنے آپ کو یہاں کے باشندوں کے رنگ میں رنگ لیا ایک دن جب ہندو دسہرے کی خوشی میں گربا رقص کر رہے تھے پیر صاحب بھی اس رقص میں شریک ہو گئے اور ۲۸ گربا گیت تصنیف فرمائے اسی طرح ایک دوسرے پیر صدر الدین صاحب (اسماعیلی) نے ہندوستان میں آکر اپنا ہندووانہ نام ”سدا دیو“ (بڑا درویش) رکھ لیا اور لوگوں کو بتایا کہ دشو کا دسواں اوتار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکل میں ظاہر ہو چکا ہے اس کے پیرو صوفیوں کی زبان میں محمد اور علی کی تعریف کے بچن گایا کرتے تھے۔ (اسلامی تصوف میں غیر اسلامی تصوف کی

علاقے شامل تھے اس عرصہ میں سرزمین ہند میں تشریف لانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد ۲۵، تابعین کی تعداد ۳۷ اور تبع تابعین کی تعداد ۱۵ بتائی جاتی ہے۔ (۲) گویا پہلی صدی ہجری کے آغاز میں ہی اسلام برصغیر پاک و ہند میں خالص کتاب و سنت کی شکل میں پہنچ گیا تھا اور ہندومت کے ہزاروں سالہ پرانے اور گہرے اثرات کے باوجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ تاریخی اور تبع تابعین رحمہم اللہ کی سعی جمیلہ کے نتیجے میں مسلسل وسعت پذیر تھا، جو بات تاریخی حقائق سے ثابت ہے وہ یہ کہ جب کبھی موحد اور مومن افراد برسرِ اقتدار آئے تو وہ اسلام کی شان و شوکت میں اضافے کا باعث بنے۔ محمد بن قاسم کے سلطان سبکتگین۔ سلطان محمود غزنوی اور سلطان شہاب الدین غوری کا عہد (۹۸۶ تا ۱۱۷۵ء) اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس دور میں اسلام برصغیر کی ایک زبردست سیاسی اور سماجی قوت بن گیا تھا اس کے برعکس جب کبھی ملحد اور بے دین قسم کے لوگ سریرِ آرائے حکومت ہوئے تو وہ اسلام کی پسپائی اور رسوائی کا باعث بنے اس کی ایک واضح مثال عہد اکبری ہے جس میں سرکاری طور پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اَكْبَرُ خَلِيفَةُ اللَّهِ مسلمانوں کا کلمہ قرار دیا گیا۔ اکبر کو دربار میں باقاعدہ سجدہ کیا جاتا، نبوت، وحی، حشر، نشر اور جنت دوزخ کا مذاق اڑایا جاتا، نماز، روزہ حج اور دیگر اسلامی شعائر پر کھل کر اعتراضات کئے جاتے سوڈ جو اور شراب حلال ٹھہرائے گئے سور کو ایک مقدس جانور قرار دیا گیا ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے گائے کا گوشت حرام قرار دیا گیا۔ دیوالی، ’دسہرہ‘ راکھی، پونم، شیوراتری جیسے تہوار ہندو اندر رسوم کے ساتھ سرکاری سطح پر منائے جاتے ہیں (۲) ہندو مذہب کے احیاء اور شرک کے پھیلاؤ کا اصل سبب ایسے ہی بے دین اور اقتدار پرست مسلمان حکمران تھے۔

تقسیم ہند کے بعد اجازتہ لیا جائے تو یہ حقیقت اور بھی واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ شرک و بدعت اور لادینیت کو پھیلانے یا روکنے میں حکمرانوں کا کردار بڑی اہمیت رکھتا ہے ہمارے نزدیک ہر پاکستانی کو اس سوال پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ دنیا کی وہ واحد ریاست جو کم و بیش نصف صدی قبل محض کلمہ توحید لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی بنیاد پر معرض وجود میں آئی تھی اس میں آج بھی کلمہ توحید کے نفاذ کا دور و رکاوٹی

نشان نظر نہیں آ رہا؟ اگر اس کا سبب جہالت قرار دیا جائے تو جہالت ختم کرنے کی ذمہ داری حکمرانوں پر تھی اگر اس کا سبب نظام تعلیم قرار دیا جائے تو دین خانقاہی کے علمبرداروں کو راہ راست پر لانا بھی حکمرانوں کی ذمہ داری تھی لیکن المیہ تو یہ ہے کہ توحید کے نفاذ کے مقدس فریضہ کی بجائے آوری تو رہی دور کی بات ہمارے حکمران کو د کتاب و سنت کے نفاذ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنتے آئے ہیں۔ سرکاری سطح پر شرعی حدود کو ظالمانہ قرار دینا، قصاص، دیت اور قانون شہادت کو دقیا نوسی کہنا، اسلامی شعائر کا مذاق اڑانا، سودی نظام کے تحفظ کے لئے عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹانا، عالمی قوانین اور فیملی پلاننگ جیسے غیر اسلامی منصوبے زبردستی مسلط کرنا، ثقافتی طائفوں، قوالوں، مغنیوں اور موسیقاروں کو پذیرائی بخشنا (۱) سال نو اور جشن آزادی جیسی تقاریب کے بہانے شراب و شباب کی محفلیں منعقد کرنا ہمارے عزت مآب حکمرانوں کا معمول بن چکا ہے دوسری طرف خدمت اسلام کے نام پر حکمران (الامشاء اللہ) جو کارنامے سرانجام دیتے چلے آ رہے ہیں ان میں سب سے نمایا اور سرفہرست دین خانقاہی سے عقیدت کا اظہار اور اس کا تحفظ شاید ہمارے حکمرانوں کے نزدیک اسلام کا سب سے امتیازی وصف یہی ہے کہ بانی پاکستان محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مرحوم محمد ضیاء الحق تک اور حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ سے لے کر حفیظ جالندھری تک تمام قومی لیڈروں کے خوبصورت سنگ مرمر کے منقش مزار تعمیر کرائے جائیں ان پر مجاور (گارڈ) متعین کیے جائیں قومی دنوں میں ان مزاروں پر حاضری دی جائے۔ پھولوں کی چادریں چڑھائی جائیں۔ سلامی دی جائے فاتحہ خوانی اور قرآن خوانی کے ذریعے انہیں ثواب پہنچانے کا شغل فرمایا جائے تو یہ دین اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے۔

یاد رہے بانی پاکستان محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی دیکھ بھال اور حفاظت کے لئے باقاعدہ ایک الگ مینجمنٹ بورڈ قائم ہے جسکے ملازمین سرکاری خزانے سے تنخواہ پاتے ہیں گزشتہ برس مزار کے تقدس کے خاطر سینٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی نے مزار کے ارد گرد ۶ فرلانگ کے علاقہ میں مزار سے بلند کسی بھی عمارت کی تعمیر پر پابندی عائد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (روزنامہ جنگ ۱۱۳ اگست ۱۹۹۱ء) (۲)

۱۹۷۵ء میں شہنشاہ ایران نے سونے کا دروازہ سید علی ہجویری ----- کے مزار کی نذر کیا جسے پاکستان کے اس وقت کے وزیر اعظم نے اپنے ہاتھوں سے دربار میں نصب فرمایا۔ ۱۹۸۹ء میں وفاقی گورنمنٹ نے جھنگ میں ایک مزار کی تعمیر و تزئین کے لئے ۶۸ لاکھ روپیہ کا عطیہ سرکاری خزانے سے ادا کیا (۱) ۱۹۹۱ء میں سید علی ہجویری کے عرس کے افتتاح وزیر اعلیٰ پنجاب نے مزار کو ۴۰ من عرق گلاب سے غسل دے کر کیا (۲) جبکہ امسال ”داتا صاحب“ کے ۹۴۸ ویں عرس کے افتتاح کے لئے جناب وزیر اعظم صاحب بنفس نفیس تشریف لے گئے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی، فاتحہ خوانی کی، مزار سے متصل مسجد میں نماز عشاء ادا کی اور دودھ کی سبیل کا افتتاح کیا نیز ملک میں شریعت کے نفاذ کشمیر اور فلسطین کی آزادی افغانستان میں امن و استحکام اور ملک کی یک جہتی ترقی اور خوشحالی کے لئے دعائیں کیں۔ (۳) گزشتہ دنوں وزیر اعظم صاحب از بکستان تشریف لے گئے جہاں انہوں نے چالیس لاکھ ڈالر (تقریباً ایک کروڑ روپیہ پاکستانی) امام بخاری رحمہ اللہ کے مزار کی تعمیر کے لئے بطور عطیہ عنایت فرمائے (۴)

مذکورہ بالا چند مثالوں کے بین السطور اہل بصیرت کے سمجھنے کے لئے بہت کچھ موجود ہے ایسی سرزمین جس کے فرمانروا خود ”خدمتِ اسلام“ سرانجام دے رہے ہوں وہاں کے عوام کی اکثریت اگر گلی گلی، محلہ محلہ، گاؤں گاؤں، شب و روز مراکز شرک قائم کرنے میں مصروف عمل ہوں تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے؟ کہا جاتا ہے الناس علی دین ملوکھم (یعنی عوام اپنے حکمرانوں کے دین پر چلتے ہیں)

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

گذشتہ صفحہ کا حاشیہ.....

انعام دیا۔ (الاعتماد ۵ جون ۱۹۹۲ء) (۲): یاد رہے مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف کی عمارت کے ارد گرد بیت اللہ شریف سے دو گنی گنی بلند و بالا عمارتیں موجود ہیں جو مسجد الحرام کے بالکل قریب واقع ہیں اسی طرح مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ کے ارد گرد روضہ مبارک سے دو گنی گنی بلند و بالا عمارتیں موجود ہیں جن میں عام لوگ رہائش پذیر ہیں۔ علماء کرام کے نزدیک ان رہائشی عمارتوں کی وجہ سے نہ تو بیت اللہ شریف کا تقدس مجروح ہوتا ہے نہ روضہ رسول ﷺ کا۔ اس صفحہ کا حاشیہ

(۱): صحیفہ اہل حدیث کراچی ۱۶ دسمبر ۱۹۸۹ء (۲): روزنامہ جنگ ۲۳ جولائی ۱۹۹۱ء (۳): روزنامہ جنگ ۱۹ اگست ۱۹۹۲ء

پس چہ باید کرد؟

جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ انسانی معاشرے میں تمام تر شر و فساد کی اصل بنیاد شرک ہی ہے شرک کا ہر جس قدر تیزی سے معاشرے میں سرایت کر رہا ہے اسی تیزی سے پوری قوم ہلاکت اور بربادی کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہے اس صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ عقیدہ توحید کا شعور رکھنے والے لوگ انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر شرک کے خلاف جہاد کا عز کریں انفرادی سطح پر سب سے پہلے اپنے اپنے گھروں میں اہل و عیال پر توجہ دیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واضح حکم بھی ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔ (سورۃ تحریم آیت ۶) اس کے بعد اپنے عزیز و اقارب دوست و احباب پر توجہ دی جائے اور پھر گلی گلی، محلہ محلہ اور بستی بستی جا کر عقیدہ توحید کی دعوت پیش کی جائے لوگوں کو شرک کی ہلاکت خیزیوں اور تباہ کاریوں سے آگاہ کیا جائے۔

اجتماعی سطح پر ملک میں اگر کوئی گروہ یا جماعت خالص توحید کی بنیاد پر غلبہ اسلام کے لئے جدوجہد کر رہی ہو تو اس کے ساتھ تعاون کیا جائے کوئی فرد یا ادارہ یہ مقدس فریضہ انجام دے رہا ہو تو اس کے ساتھ تعاون کیا جائے، کوئی اخبار، جریدہ یا رسالہ اس کا رِخیر میں مصروف ہو تو اس کے ساتھ تعاون کیا جائے، شرک اپنے سامنے ہوتے دیکھنا اور پھر اسے روکنے یا مٹانے کے لئے جدوجہد نہ کرنا سراسر اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے ایک حدیث شریف میں ارشاد مبارک ہے۔

”جب لوگ کوئی خلاف شرع کام ہوتے دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان

سب پر عذاب نازل فرمادے“۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے رہو، اور برائی سے

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi